باجماعت نمازِ تراویح

عشا کے بعد یا دیرِ رات؟

(باجماعت نمازِ تراویح کے وقت کی بابت چودہ سو سال سے مسلمانوں کے عمل پر مفصل بحث)

مولف

محمد حامد سلفی مدنی

(استاذ حدیث جامعۃ الفلاح، شریف نگر، حیدر آباد)



تقریظات

- فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر طارق صفی الرحمن مبارک پوری مدنی حفظہ اللہ
- فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید حسین مدنی حفظہ اللہ
- فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الصبور مدنی حفظہ اللہ
- فضیلۃ الاستاذ ابو الحسن پرتاپ گڑھی حفظہ اللہ

ناشر:

مجمع التحقیقات العلمیۃ لعموم الھند

کل ہند ادارۂ تحقیقات علمیہ

حیدر آباد - تلنگانہ

باجماعت نمازِ تراویح عشا کے بعد یا دیر رات؟

(باجماعت نمازِ تراویح کے وقت کی بابت چودہ سو سال سے مسلمانوں کے عمل پر مفصل بحث)

مولف

محمد حامد سلفی مدنی

(استاذ حدیث جامعۃ الفلاح، شریف نگر، حیدرآباد)

تقریظات

- فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر طارق صفی الرحمن مبارک پوری مدنی حفظہ اللہ
- فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید حسین مدنی حفظہ اللہ
- فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالصبور مدنی حفظہ اللہ
- فضیلۃ الاستاذ ابوالحسن پرتاپ گڑھی حفظہ اللہ

ناشر:

مجمع التحقيقات العلمية لعموم الهند

کل ہند ادارۂ تحقیقات علمیہ

حیدرآباد - تلنگانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : باجماعت نماز تراویح عشا کے بعد یا دیر رات

تالیف : محمد حامد مدنی (استاذ حدیث، جامعۃ الفلاح، حیدر آباد)

تقریظات : فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر طارق صفی الرحمن مبارک پوری مدنی،
فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید حسین مدنی،
فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الصبور مدنی اور
فضیلۃ الاستاذ ابو الحسن پرتاپ گڑھی حفظہم اللہ وتولاہم

سن طباعت : 1447 ھ مطابق 2025ء

ناشر : **مجمع التحقيقات العلمية لعموم الهند/**
کل ہند ادارۂ تحقیقات علمیہ، حیدر آباد، تلنگانہ

©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

فہرست مضامین

حرف آغاز از ڈاکٹر طارق صفی الرحمن مبارک پوری مدنی حفظہ اللہ ۱
پیش گفتار از فضیلۃ الشیخ سید حسین مدنی/حفظہ اللہ ۳
پیش لفظ از فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الصبور ابو بکر سلفی مدنی/حفظہ اللہ ۵
پیش کلام از فضیلۃ الاستاذ ابو الحسن پر تاپ گڑھی حفظہ اللہ ۷
تمہید ۸
تراویح کا وقت ۱۴
عہد نبوی میں ۱۴
عہد ابو بکر رضی اللہ عنہ میں ۳۵
عہد عمر رضی اللہ عنہ میں ۳۸
عہدِ عمر رضی اللہ عنہ میں نمازِ تراویح کے وقت کی بابت کچھ شبہات اور ان کے جوابات ۴۴
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ۶۴
عہدِ تابعین میں ۶۷
عہدِ تبع تابعین میں ۷۱
آٹھویں صدی ہجری میں ۷۳
نویں صدی ہجری میں ۷۴
بارہویں صدی ہجری میں ۷۴
چودہویں صدی ہجری میں ۷۵
عہد سعودی میں (ابتدا سے اب تک) ۷۶
باجماعت نمازِ تراویح کا وقت شروع رات ہی ہے ۷۹

باجماعت نمازِ تراویح اول رات میں افضل ہے ۹۳

آخری رات میں باجماعت نمازِ تراویح موخر کرنا درست نہیں ہے ۱۰۰

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا موقف ۱۰۲

شیخ البانی رحمہ اللہ کا موقف ۱۰۸

شبہات اور جوابات ۱۱۳

کیا اول رات میں تراویح بدعت ہے؟ ۱۲۷

کیا باجماعت نمازِ تراویح کو موخر کرنا بدعت ہے؟ ۱۲۹

کیا نمازِ تراویح کو اول اور آخر شب میں تقسیم کیا جا سکتا ہے؟ ۱۳۴

ابتدائی شب میں مکمل تراویح کے بعد اخیر شب میں باجماعت قیام اللیل کا حکم ۱۳۹

خلاصۂ بحث ۱۴۷

مراجع و مصادر ۱۵۱

حوالہ جات بصورت QR کوڈ ۱۶۰

حرف آغاز

از ڈاکٹر طارق صفی الرحمن مبارک پوری مدنی حفظہ اللہ

(استاذ جامعۃ الفلاح وجامعۃ المفلحات وصدر کل ہند ادارۂ تحقیقات علمیہ)

رکعات تراویح کی تعیین وتحدید کا مسئلہ عرصۂ دراز سے علمائے کرام کے مابین مختلف فیہ رہا ہے، گرچہ سنت نبویہ کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح اور بیّن ہے، اور علمائے اہل حدیث کے یہاں متفق ومجمع علیہ ہے۔

لیکن کچھ عرصے سے نماز تراویح سے متعلق ایک نئے مسئلے نے عوام کے ذہن میں تبدیلی لانے کی کوشش کی ہے، عوام کو جوش وجذبات میں ڈال کر سنت سے پھیرنے کی سعی کی جا رہی ہے، یہ مسئلہ باجماعت تراویح کے وقت سے متعلق ہے، نبی مکرم ﷺ کے عمل کی روشنی میں یہ مسئلہ بالکل واضح ہے کہ باجماعت تراویح کا وقت نماز عشا کے بعد ہے، جیسا کہ ارض معمورہ کی اکثر مساجد میں یہ امر مشاہد ہے، لیکن نبیٔ اکرم ﷺ اور سلف صالحین یعنی صحابہ کرام ومن بعدہم سے منقول یہ عمل رمضان کے آخری عشرے میں بلا دلیل شرعی تبدیل ہوتا نظر آ رہا ہے، عوام کی ایک بڑی تعداد اول وقت کے متواتر عمل سے روگردانی کرتے ہوئے آخری وقت کی غیر معہود فضیلت میں پڑھ کر سلف صالحین کے فہم وعمل سے غیر محسوس انداز میں دوری اختیار کر رہی ہے۔

زیر نظر رسالے میں محترم مولف فضیلۃ الشیخ حامد مدنی حفظہ اللہ نے نہایت تفصیل سے اس اہم موضوع پہ خامہ فرسائی کی ہے، اس موضوع کے ضمن میں آنے والی تمام احادیث کا بہترین جائزہ پیش فرمایا ہے، عہد فاروقی میں نماز تراویح کی بابت اٹھائے گئے شبہات کا بہترین جواب دیا ہے، بعد کے ادوار واعصار میں پائے جانے والے مسلمانوں کے عملی تواتر کو بھی تفصیلاً

ذکر کیاہے،الغرض کسی گوشے کو تشنہ نہ چھوڑا،آخری وقت میں باجماعت نماز تراویح کو دیر رات تک موخر کرنے کی ممانعت سے متعلق علماے سلف کے اقوال کا بھی تذکرہ فرمایا، باجماعت نماز تراویح کے وقت سے متعلق یہ ایک بہترین کاوش ہے۔

اللہ سبحانہ سے دعاہے کہ اس کتاب کو قبولیت سے نوازے، مسلمانوں کی اصلاح کا سبب بنا دے،اور مولف کے لیے دنیااور آخرت میں نجات کاذریعہ بنائے،آمین۔

✍ د۔طارق صفی الرحمن المبارکفوری

پیش گفتار

از فضیلۃ الشیخ سید حسین مدنی/حفظہ اللہ

(صدر فتوی بورڈ تلنگانہ وجنرل سکریٹری کل ہند ادارۂ تحقیقات علمیہ)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الأمين، وعلى آله وصحبه أجمعين۔

ماہ رمضان نعمت ورحمت، برکت وسعادت، تلاوت وعبادت، گناہوں کی مغفرت، جہنم سے راحت، اور دعائوں کی قبولیت کا مہینہ ہے، بکثرت دعائوں واذکار، توبہ واستغفار، انفاق اور صیام وقیام، اور صبر واجر کا مہینہ ہے، نزول قرآن بلکہ سابقہ آسمانی کتابوں کے نزول کا مہینہ ہے، خیر کے کاموں میں اضافے اور اجر وثواب میں بھی اضافے کا مہینہ ہے کیوں کہ اس میں ادا ہونے والا عمرہ نبی ﷺ کی رفاقت میں ادا ہونے والے حج کے برابر ہے، اور ماہ رمضان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالی نے سارے ہجری مہینوں میں قرآن مجید میں صرف رمضان کا تذکرہ کیا۔

اس قدر فضائل کے حامل عظیم الشان مہینے میں کچھ غیر مستند کم علم یا بے علم لوگ بغیر علم متعدد اختلافی واجتہادی مسائل میں خود الجھتے اور عوام کو الجھاتے رہتے ہیں، اور بصد معذرت کبھی کچھ علما نما پیشہ ور قصاص وواعظین بھی اپنے مالی مفادات پر ظاہری وسرسری علمی لبادہ ڈالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اور اس کے لیے سیاسی Platform کا استعمال کرتے ہیں۔

ان ہی مسائل میں ایک مسئلہ آخری عشرے میں باجماعت نماز تراویح اہتمام کے ساتھ موخر کرتے رہنا ہے جس پر فضیلۃ الشیخ/محمد حامد خان سلفی مدنی حفظہ اللہ نے - بفضلہ تعالی -

ایک نہایت ہی عمدہ تحقیقی کتاب تصنیف کی، جو- بحمد اللہ- اور بقول شیخ البانی رحمہ اللہ - إن العلم لا يقبل الجمود-ایک انتہائی دقیق بلکہ تحقیق طلب موضوع ہے۔

زیر نظر کتاب کا امتیاز یہ ہے کہ زمنی تسلسل یعنی دور نبوت، عہد خلافت راشدہ، اور خیر القرون سے عصر حاضر تک کل چودہ سو سال پر مشتمل علمی اور تاریخی لحاظ سے جامع ترین شاہ کار ہے جس میں علمی تاصیل کے ساتھ ساتھ شبہات کے استیصال کا امتزاج ہے، تخریج وتوثیق، تراجم رجال، ضوابط جرح وتعدیل اور روایت ودرایت کا ایک منفرد انداز ہے جو اردو کتابوں میں عام طور پر نادر الاستعمال ہے۔

شیخ محترم - بفضلہ تعالی- شیخ الحدیث جامعۃ الفلاح حیدر آباد، معزز رکن کل ہند ادارۂ تحقیقات علمیہ، سابق ناظم مجلس علماے اہل حدیث تلنگانہ، و سابق ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث رنگاریڈی ہیں، جو- بفضلہ تعالی- اپنی کم سنی اور جواں سالی ہی میں ہمہ جہت، سراپا نابغۂ روزگار شخصیت ہیں، جو فن خطابت اور طرز کتابت میں اپنی منفرد شان اور خاص پہچان رکھتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ ایک کہنہ مشق قلم کار، ممتاز ادیب، مایہ ناز خطیب، اور لطیف وظریف ہستی ہیں، بلا مبالغہ ستودہ صفات کے مالک، خوب سیرت، نیک طینت، خاک سار، ملن سار، شفیق وخلیق، حرکیاتی، ہمہ پہلو، خوش مزاج، ہر دل عزیز، علمی وعملی شخصیت ہیں۔

اللہ کرے کہ یہ اصولی اور تاصیلی، بلکہ مدلل ومفصل بامقصد کتاب تادیر ثمر آور رہے، بار ہا زیور طباعت سے آراستہ ہو، اور اپنے مرتب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنے۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

پیش لفظ

از فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الصبور ابو بکر سلفی مدنی/حفظہ اللہ

(استاذ جامعہ سلفیہ بنارس)

رمضان المبارک میں نماز تراویح ایک مسنون و مستحب عبادت ہے، جسے انفرادی طور پر بھی ادا کیا جا سکتا ہے اور با جماعت بھی۔ انفرادی ادائیگی کی صورت میں اس کا وقت نماز عشا کے بعد سے طلوع فجر تک وسیع رہتا ہے، البتہ با جماعت ادا کرنے کی صورت میں اس کا وقت متعین ہے اور وہ ہے نماز عشا کے فوراً بعد، جیسا کہ سنت نبوی اور سلف صالحین کے تعامل سے ثابت ہے۔ تاہم گزشتہ چند برسوں سے یہ مشاہدہ کیا جا رہا ہے کہ بعض مساجد میں رمضان کے آخری عشرے میں با جماعت نماز تراویح کو موخر کر کے درمیانی شب میں ادا کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے اور دن بدن اس رجحان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اس طرز عمل کو اگرچہ بعض اہل علم نے جائز قرار دیا ہے مگر اکثر علما اس سے اجتناب کی تاکید کرتے ہیں۔

اسی اہم مسئلے کی علمی تحقیق و توضیح اور اس پر تفصیلی کلام پیش کرنے کے لیے نوجوان عالم دین جناب محمد حامد سلفی مدنی، استاذ جامعۃ الفلاح (حیدر آباد) نے قلم اٹھایا اور اس موضوع پر ایک نہایت گراں قدر رسالہ بعنوان **"با جماعت نماز تراویح: عشا کے بعد یا دیر رات؟"** مرتب کیا، اس رسالے میں انھوں نے کتاب و سنت کے نصوص، آثار صحابہ اور اہل علم کے اقوال کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ با جماعت نماز تراویح کا مسنون وقت نماز عشا کے فوراً بعد ابتدائی شب ہی ہے، اسے موخر کر کے درمیانی شب میں ادا کرنا نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور نہ ہی سلف صالحین کے عمل سے ثابت ہے۔

فاضل مصنف کی خواہش پر میں نے اس کتاب کے مسودے کا مطالعہ کیا۔ مصنف نے نہایت عرق ریزی اور بڑی جاں فشانی کے ساتھ اس کے علمی مواد کو یکجا کیا ہے، موضوع سے متعلق عہد نبوی اور قرن اول سے لے کر دور حاضر تک امت مسلمہ کے تعامل اور سلف وخلف کے معتبر اہل علم کے اقوال کو نہایت خوش اسلوبی سے پیش کیا ہے، کتاب کے مباحث بے حد وقیع، پر مغز اور شرعی دلائل سے مزین ہیں، جن سے مصنف کے علمی رسوخ اور تحقیقی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، مجھے امید ہے کہ یہ کتاب علمی حلقوں میں پسند کی جائے گی اور امت مسلمہ کے لیے نفع بخش ثابت ہوگی۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مصنف کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور انھیں جزائے خیر سے نوازے، آمین۔

✍ **عبدالصبور ابو بکر**

استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

۳۱ دسمبر ۲۰۲۵

پیش کلام

از فضیلۃ الاستاذ ابو الحسن پرتاپ گڑھی حفظہ اللہ

(ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث، حیدرآباد و سکندرآباد)

کچھ سالوں سے دیکھا جارہا ہے کہ جیسے ہی رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تراویح کو لے کر بحث ومباحثہ شروع ہو جاتا ہے، ۸ رکعت، ۲۰ رکعت۔ الحمد للہ اہل حدیث مساجد میں سنت کے مطابق عمل ہوتا ہے۔

لیکن جیسے ہی آخری عشرہ آتا ہے اعلانات ہونے لگتے ہیں کہ طاق راتوں میں قیام اللیل ۲ بجے شب ہوگا۔ کہیں کہیں عشا کے بعد تراویح اور رات دو-ڈھائی بجے قیام اللیل کا اہتمام ہوتا ہے۔ یہ عمل خلاف سنت ہونے کے ساتھ مصلیوں کے لیے دشواریوں کا باعث بھی ہوتا ہے۔ جب کہ ارشاد نبوی کے مفہوم سے یہی بات درست ہے کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ سلام پھیرنے تک قیام/تراویح ادا کرے تو ساری رات قیام کے اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے، لیکن دھیرے دھیرے قرآن وسنت کے شیدائی بھی افراط و تفریط کے شکار ہوتے جارہے ہیں۔

رمضان کی راتوں میں انفرادی طور پر تو اجازت ہے کہ جو جس قدر چاہے اور جب چاہے نوافل ادا کرے۔ لیکن باجماعت کے لیے ضروری ہے کہ نبی ﷺ کا اسوہ دیکھا جائے۔

ہمارے فاضل ساتھی فضیلۃ الشیخ محمد حامد مدنی حفظہ اللہ نے اسی مسئلے میں ایک تصنیف ترتیب دی ہے جزاہ اللہ خیرا، جو بالخصوص علمائے کرام کے لیے قابل مطالعہ ہے، تاکہ ہم سنت رسول کو اختیار کریں، کہ اسی کی پیروی میں نجات ہے، اور لوگوں کے ساتھ بھی آسانی کا معاملہ ہو۔

تمہید

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، أما بعد:

رمضان المبارک اسلامی تقویم کا نواں مہینہ ہے، جو تمام مہینوں میں اس لحاظ سے فضیلت کا حامل ہے کہ اس مہینے کے روزے اہل اسلام پر فرض کیے گئے ہیں۔ یہ ماہ اطاعت وعبادت، توبہ وانابت اور قرآن کی تلاوت کا ماہ ہے، اس ماہ میں اللہ کی جانب سے خصوصی رحمتیں، برکتیں اور نوازشیں نازل ہوتی ہیں۔

اس ماہ مبارک میں کی جانے والی عبادات میں سے روزہ رکھنے کے علاوہ قیام اللیل اور صلاۃ اللیل بھی ایک اہم عبادت ہے، جسے اگر بعد نماز عشا اول شب میں ادا کیا جائے تو نمازِ تراویح کہا جاتا ہے، اور اگر کوئی نیند کے بعد قیام اللیل کرتا ہے تو اسے لغوی طور پر تہجد بھی کہا جاتا ہے۔

یوں تو قیام اللیل کا وقت نمازِ عشا کے بعد سے شروع ہو کر طلوعِ فجر تک رہتا ہے، لیکن اگر رمضان المبارک میں باجماعت نمازِ تراویح کی بات کی جائے تو لوگوں کی آسانی اور مصلحت کا خیال رکھتے ہوئے اس کا وقت نمازِ عشا کے بعد فوراً ہے، نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آخری عشرے کی تین راتوں (۲۳، ۲۵ اور ۲۷) میں جب باجماعت نمازِ تراویح پڑھائی تو اس کی ابتدا نمازِ عشا ہی کے بعد کی۔ اسی طرح عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب اپنے دورِ حکومت میں ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو لوگوں کی امامتِ تراویح کے لیے متعین کیا تو انھیں ابتدائی شب ہی میں نمازِ تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

آپ کے بعد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین کا چودہ صدیوں میں یہی عمل رہا کہ باجماعت نمازِ تراویح نمازِ عشا ہی کے بعد پڑھی جاتی تھی، بلکہ حسن بصری (متوفی ۱۱۰ھ) اور امام احمد (متوفی ۲۴۱ھ) رحمہما اللہ سے جب لوگوں نے باجماعت نمازِ تراویح کو موخر کرکے اخیر رات میں پڑھنے کے متعلق پوچھا تو آپ دونوں نے بڑے واضح انداز میں اس عمل سے منع کیا، اور دلیل دی کہ مسلمانوں کا عمل باجماعت نمازِ تراویح کو ابتدائی شب ہی میں پڑھنے کا ہے۔ متقدمین کے ساتھ ساتھ متاخرین اور معاصرین علمائے کرام نے بھی نمازِ تراویح کو موخر کرنے سے منع کیا ہے، جیسا کہ ان کے اقوال کی تفصیل رسالے میں آگے آرہی ہے۔

نمازِ عشا کے بعد نمازِ تراویح پڑھنے کا عمل ایسے ہی امت میں تواتر کے ساتھ جاری رہا، لیکن کچھ سالوں سے یہ مشاہدہ کیا جارہا ہے کہ بعض علاقوں میں رمضان المبارک کے آخری عشرے میں بلکہ بالخصوص آخری عشرے کی طاق راتوں میں نمازِ عشا کے بعد باجماعت نمازِ تراویح نہیں ہوتی ہے، بلکہ نمازِ تراویح کو موخر کرکے درمیانی رات یعنی قریباً دو بجے کے آس پاس پڑھا جاتا ہے، اور یہ طریقہ ہمارے شہر حیدرآباد اور جنوبی ہند میں اس تیزی کے ساتھ بڑھتا جارہا ہے کہ لوگوں کو لگنے لگا ہے کہ آخری عشرے میں نمازِ تراویح کا اصل وقت یہی ہے، اور حالت ویسی ہی ہوگئی ہے جیسا کہ عبداللہ بن فہد خلیفی نے اس موضوع پر لکھی گئی اپنی تحریر میں ذکر کیا ہے، آپ نے لکھا: «فَمِمَّا اشْتَهَرَ فِي هَذِهِ الْأَعْصَارِ التَّفْرِيقُ بَيْنَ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ وَصَلَاةِ الْقِيَامِ فِي رَمَضَانَ فِي الِاسْمِ وَالْحَقِيقَةِ! فَتَجِدُ أَنَّ النَّاسَ يُصَلُّونَ فِي أَوَّلِ عِشْرِينَ لَيْلَةً صَلَاةَ التَّرَاوِيحِ، ثُمَّ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ يُصَلُّونَ صَلَاةَ الْقِيَامِ، حَتَّى إِذَا قُلْتَ: أَنَا ذَاهِبٌ أُصَلِّي التَّرَاوِيحَ فِي الْعَشْرِ، رُبَّمَا سَخِرَ مِنْهُ بَعْضُ النَّاسِ، وَقَالُوا: هَذِهِ أَيَّامُ قِيَامٍ

وَلَيْسَتْ أَيَّامَ تَرَاوِيحَ"!»[1]" ان ایام میں جو بات مشہور ہو گئی ہے وہ رمضان میں نمازِ تراویح اور قیام اللیل کے درمیان فرق کرنا ہے، نہ صرف نام کے لحاظ سے بلکہ حقیقت میں بھی۔ آپ دیکھیں گے کہ لوگ رمضان کے پہلے بیس دن تراویح پڑھتے ہیں، پھر آخری عشرے میں قیام اللیل پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ اگر میں کہوں کہ میں آخری عشرے میں تراویح پڑھنے جارہا ہوں، تو بعض لوگ مذاق اُڑاتے ہیں اور کہتے ہیں: "یہ قیام کے دن ہیں، تراویح کے نہیں!""۔

ہو بہو یہی حال ہمارے علاقے کا ہے،آج کل ایساماحول ہے کہ بیس رمضان کے بعد جیسے ہی آخری عشرہ شروع ہوتا ہے تو نمازِ تراویح عشا کے بعد نہ ہونے کی بناپر ایسا لگتا ہے کہ رمضان کا مبارک مہینہ ختم ہو گیا،اور جن مساجد میں نمازِ عشا کے بعد تراویح پڑھی جاتی ہے وہاں کے مصلیوں کو عیب کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کہ درمیانی شب میں ان کے یہاں قیام اللیل کیوں نہیں کیا جارہا ہے۔

اسی وجہ سے ۱۴۴۴ھ کے ماہِ رمضان سے قبل میں نےاس موضوع پر ایک مختصر تحریر لکھی تھی جس کا عنوان "آخری عشرے کی طاق راتوں میں خصوصی دروس کے لیے تراویح تاخیر سے پڑھنے کا حکم" تھا، جس کو فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبید الرحمن مدنی اور فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید حسین مدنی حفظہما اللہ کی نظر ثانی کے بعد ضلعی جمعیت اہل حدیث (رنگاریڈی، تلنگانہ) نے نشر کیا تھا۔اس تحریر کو پمفلٹ کی شکل میں طبع کر کے حیدرآباد کی مختلف مساجد کے ذمے داران اور ائمہ تک ارسال کیا گیا تھا، کچھ علاقوں سے اس کی بابت خوش کن خبریں

---

[1] یہ مقالہ انٹرنیٹ پر موجود ہے،رابط کے لیے "حوالہ جات بصورت QR کوڈ" (ص:۱۶۰) میں QR کوڈ نمبر (۱) کو اسکین کریں۔

موصول ہوئیں، اور بعض اہل علم نے اس پر رد کیا جس کا جواب میں نے عوام کے درمیان نہ دے کر ذاتی خط میں دیا تھا۔

اس کے آئندہ سال ۱۴۴۵ھ میں کچھ اضافوں اور گزشتہ سال وارد کیے گئے کچھ اعتراضات کے مختصر جوابات کے ساتھ دوبارہ اس تحریر کو منظر عام پر لایا گیا، اور اس مرتبہ اس میں مزید پختگی پیدا کرنے کے مقصد سے ملک بھر کے مشہور اور دقیق علم سے متصف علماے کرام کی خدمت میں اس تحریر کو پیش کیا گیا، جن میں شیخین مذکورین کے ساتھ ساتھ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر فاروق عبداللہ نارائن پوری مدنی (استاذ جامعہ اسلامیہ، نور باغ، کوسہ ممبرا)، فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالمعید مدنی (استاذ جامعۃ الفلاح و جامعۃ المفلحات، حیدر آباد)، فضیلۃ الشیخ عبد السلام مدنی (مدیر اسپائر کالج، چنئی) اور فضیلۃ الشیخ ابو قحافہ معاذ عمری نذیری (استاذ جامعہ محمدیہ منصورہ، بنگلور) حفظہم اللہ قابل ذکر ہیں۔ الحمد للہ علماے کرام کی موافقت کے بعد اس مرتبہ اس کی طباعت کی ذمے داری مجلس علماے اہل حدیث (تلنگانہ) نے اٹھائی، اور فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید حسین مدنی حفظہ اللہ کے خصوصی اشراف میں دیدہ زیب پمفلٹ میں اس کو نشر کیا گیا۔

تحریر کے منظر عام پر آنے کے بعد بعض اہل علم نے اس پر ایک رد لکھا جس کا جواب میں نے ماہِ مبارک ہی کے دوران لکھ کر نشر کر دیا تھا، لیکن شاید جواب پر مشتمل وہ رسالہ سب تک نہ پہنچ سکا اس لیے پورے ماہ مبارک میں مختلف جانب سے سوالات آتے رہے جس کی بنا پر ماہ عبادت رمضان المبارک میں کافی کلفت اور زحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر اسی وقت میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اب اس موضوع پر ذرا تفصیل سے کام کرنے کی ضرورت ہے، اور اس تعلق سے جو شبہات علما و عوام کے ذہنوں میں ہیں ان کے ازالے کی ضرورت ہے، لہٰذا اللہ کے فضل اور اس کی توفیق کے بعد اس پر دوبارہ میں نے محنت کی اور پہلے سے زیادہ دلائل اور اقوال اہلِ علم کو ذکر

کیا، ساتھ ہی ان شبہات کا تشفی بخش جواب دینے کی کوشش کی جنھیں پچھلے سالوں میں پیش کیا گیا اور دوران بحث جو باتیں بذات خود مجھے شبہے والی لگیں ان کو بھی ذکر کیا تاکہ کوئی تشنگی اور کمی باقی نہ رہ جائے۔

اس تحریر سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم عبادات واخلاق وغیرہ میں سلف صالحین کے منہج کو جانیں اور اس کی پیروی کرنے کی کوشش کریں، کیوں کہ سلف کا منہج ہی سب سے بہتر اور خیر وبرکت کا ذریعہ ہے، جیسا کہ برہان الدین لقانی مصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۴۱ھ) نے فرمایا:

كُلُّ خَيْرٍ فِي اتِّبَاعِ مَنْ سَلَفَ　　　وَكُلُّ شَرٍّ فِي ابْتِدَاعِ مَنْ خَلَفَ

''سارا خیر سلف صالحین کی اتباع میں ہے، اور سارا شر خلف (بعد والوں) کی بدعات میں ہے''۔

اس موقعے پر دل کی گہرائیوں سے میں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر طارق صفی الرحمن مبارک پوری مدنی، فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید حسین مدنی، فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الصبور مدنی اور فضیلۃ الاستاذ ابو الحسن پرتاپ گڑھی حفظہم اللہ وتولاہم کا جنھوں نے میری اس کتاب کا نہایت عرق ریزی سے مطالعہ کیا، اور غلطیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے اپنے وقیع تاثرات تحریر فرما کر اس کتاب کو زینت بخشا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی کاوشوں اور کوششوں کو شرف قبول عطا فرمائے، اور دنیا وآخرت میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

بالخصوص فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید حسین مدنی حفظہ اللہ کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے میری سابقہ مطبوع کتابوں کی طرح اس کتاب پر بھی دقیق نظر ثانی کے ساتھ ساتھ زیور طباعت سے آراستہ کرنے کی ذمے داری نہایت اخلاص ومحبت کے ساتھ قبول فرمائی۔ اللہ

تعالیٰ ان کی مساعیٔ جمیلہ کو شرفِ قبول عطا فرمائے اور اُن کے علم و عمل میں برکتیں نازل فرمائے۔

دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کتاب کو امت محمدیہ کے لیے نفع بخش بنائے، اور ہم سب کو اپنی تمام تر عبادتیں کتاب وسنت کی روشنی میں انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے، ہر قسم کی بدعات وخرافات سے محفوظ فرما کر منہج سلف پر گامزن فرمائے، آمین۔

محمد حامد مدنی

استاذ جامعۃ الفلاح، حیدرآباد

بتاریخ: ۲۰ جمادیٰ الآخرہ ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۲۰۲۵ء بروز جمعرات

ای میل: mohd.hamid6764@gmail.com

تراویح کا وقت

عہد نبوی میں

نبی کریم ﷺ ہمیشہ قیام اللیل کیا کرتے تھے، خواہ رمضان ہو یا غیر رمضان۔اور آپ کا یہ قیام ہمیشہ انفرادی ہوا کرتا تھا، الا یہ کہ بعض مواقع پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی ہے جیسے عبداللہ بن مسعود، حذیفہ بن یمان اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نماز کا واقعہ خود انھوں نے بیان کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مرتبہ رات کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میرے دل میں ایک غلط خیال پیدا ہو گیا۔ ہم نے پوچھا کہ وہ غلط خیال کیا تھا تو آپ نے بتایا کہ میں نے سوچا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی کریم ﷺ کا ساتھ چھوڑ دوں[1]۔

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک رات میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے سورہ بقرہ کا آغاز فرمایا، میں نے (دل میں) کہا: آپ سو آیات پڑھ کر رکوع فرمائیں گے، مگر آپ آگے بڑھ گئے۔ میں نے کہا: آپ اسے (پوری) رکعت میں پڑھیں گے، پھر بھی آپ آگے بڑھ گئے۔ میں نے سوچا، اسے پڑھ کر رکوع کریں گے مگر آپ نے سورہ نساء شروع کر دی۔ آپ نے وہ پوری پڑھی، پھر آپ نے آل عمران شروع کر دی، اس کو پورا پڑھا۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر قرأت فرماتے رہے۔ جب ایسی آیت سے گزرتے جس میں تسبیح ہے تو سبحان اللہ کہتے، اور جب سوال (والی آیت) سے گزرتے تو

---

[1] متفق علیہ: صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۱۱۳۵)، صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۷۷۳/۱۸۱۵)

سوال کرتے، اور جب پناہ مانگنے والی آیت سے گزرتے تو پناہ مانگتے۔ پھر آپ نے رکوع فرمایا اور «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ» کہنے لگے، آپ کا رکوع (تقریباً) آپ کے قیام جتنا تھا۔ پھر آپ نے «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» کہا اور تقریباً اتنی لمبی مدت تک کھڑے رہے جتنی مدت تک رکوع کیا تھا۔ پھر سجدہ کیا اور «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى» کہنے لگے اور آپ کا سجدہ (بھی) آپ کے قیام کے قریب تھا"[1]۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اپنا واقعہ یوں بیان کیا: "ایک مرتبہ میں نے اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری۔ رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھے۔ جب تھوڑی رات باقی رہ گئی تو آپ ﷺ نے اٹھ کر ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے ہلکا سا وضو کیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں نے بھی اسی طرح وضو کیا جس طرح آپ ﷺ نے کیا تھا، پھر آکر آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے مجھے پھیر کر اپنی داہنی جانب کر لیا۔ پھر نماز پڑھی جس قدر اللہ کو منظور تھا۔ پھر آپ لیٹ گئے اور سو گئے، حتیٰ کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ کی خدمت میں مؤذن حاضر ہوا اور اس نے آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ (سفیان کہتے ہیں کہ) ہم نے عمرو سے کہا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں، دل نہیں سوتا تھا"[2]۔

مذکورہ صحابہ کرام کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ باجماعت قیام غیر ارادی طور پر ہوا، اس لیے نبی کریم ﷺ نے اپنی سہولت کے مطابق قیام کے وقت کا انتخاب کیا۔

---

[1] صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۷۷۲/۱۸۱۴)

[2] متفق علیہ: صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۱۳۸)، صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۷۶۳/۱۷۹۳)

تعیین وقت کے لیے جب ان صحابہ کرام کی بیان کردہ حدیثوں کے طرق کو جمع کیا گیا تو درج ذیل نتیجہ سامنے آیا:

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی کسی بھی طریق میں رات کی تعیین نہیں مل سکی۔

البتہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں طلحہ بن یزید عن حذیفہ [1] کی طریق میں یہ بات مذکور ہے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک کی کسی رات کا ہے، لیکن طلحہ بن یزید کا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے، جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا: «هٰذَا الْحَدِيثُ عِنْدِي مُرْسَلٌ، وَطَلْحَةُ بْنُ يَزِيدَ لَا أَعْلَمُهُ سَمِعَ مِنْ حُذَيْفَةَ شَيْئًا، وَغَيْرُ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ» [2] "یہ حدیث میرے نزدیک مرسل ہے، اور طلحہ بن یزید کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ انھوں نے حذیفہ سے کچھ سنا ہو، اور علاء بن مسیب کے علاوہ دیگر راویوں نے «عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ» کہا ہے"۔

اسی طرح حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے بھتیجے عبد العزیز نے ان سے روایت کرتے ہوئے کہا: «حَتَّى فَرَغَ مِنَ الطِّوَالِ، وَعَلَيْهِ سَوَادٌ مِنَ اللَّيْلِ» [3] "یہاں تک کہ جب رسول

---

(1) دیکھیے: مصنف ابن ابی شیبہ (۲۰۹/۱، حدیث نمبر: ۲۳۹۸) (۱۶۴/۲، حدیث نمبر: ۷۶۹۷)، مسند احمد (حدیث نمبر: ۲۳۳۹۹)، الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف از ابن المنذر (۸۴/۳، حدیث نمبر: ۱۲۷۴)، مستدرک حاکم (۴۶۶/۱، حدیث نمبر: ۱۲۰۱)، السنن الکبریٰ از بیہقی (۱۳۷/۲، حدیث نمبر: ۲۶۱۳)

(2) سنن نسائی (حدیث نمبر: ۱۶۶۵) کے ضمن میں۔

(3) دیکھیے: مسند احمد (حدیث نمبر: ۲۳۴۱۱)، فضائل القرآن از فریابی (ص: ۲۱۱، حدیث نمبر: ۱۲۰)

اللہ ﷺ اس طویل نماز سے فارغ ہوئے تورات کی کچھ تاریکی باقی بچی تھی۔ لیکن اس میں عبد العزیز مجہول راوی ہے"[1]۔

اسی طرح حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو محمد بن سوید فہری نے بھی روایت کی ہے[2]، ان کی روایت میں یہ بات مذکور ہے کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نمازِ عشا کے بعد ملاقات کی، دونوں نے غسل کیا، پھر دونوں نے ساتھ میں نماز پڑھی۔ لیکن اس کی سند میں عمر بن سعید تنوخی ہے جسے امام مسلم[3] نے ضعیف قرار دیا ہے، اور امام ابو حاتم نے کہا: «كَتَبْتُ عَنْهُ، وَتَرَكْتُ حَدِيثَهُ»[4] "میں نے اس کی حدیث لکھی لیکن اسے ترک کر دیا"۔

خلاصہ یہ ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی گئی نماز کا وقت کسی بھی صحیح روایت میں متعین نہیں ہے۔

ہاں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں صریح طور پر مذکور ہے: «حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ، أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ، أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ»[5] "جب آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ وقت گزرا تو نبی کریم ﷺ نے اٹھ کر نماز پڑھی"۔

---

[1] تحریر تقریب التہذیب (۳۷۵/۲)

[2] دیکھیے: مسند الحارث (۳۴۶/۱، حدیث نمبر: ۲۴۱) حارث کی سند سے ابو نعیم اصبہانی نے بھی روایت کی ہے (حلیۃ الاولیاء ۱۲۸/۶)۔

[3] الکنی والأسماء از امام مسلم (ص: ۲۰۷، ترجمہ نمبر: ۶۵۲)

[4] الجرح والتعدیل از ابن ابو حاتم (۱۱۱/۶)

[5] سنن ابن ماجہ (حدیث نمبر: ۱۳۶۳)، مسند احمد (حدیث نمبر: ۲۱۴۶) شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

بہر حال، نبی کریم ﷺ کا ان صحابہ کرام کے ساتھ باجماعت قیام اتفاقی تھا، جس کی پہلے سے کوئی منصوبہ بندی نہیں کی گئی تھی اس لیے یہ قیام نبی کریم ﷺ نے اپنے وقتِ سہولت میں کیا، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ اپنا انفرادی قیام اپنی سہولت سے رات کے ہر حصے میں کیا کرتے تھے، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: «كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ»[1] ”رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصے میں وتر پڑھی ہے اور اخیر میں آپ ﷺ کا وتر صبح کے قریب پہنچا“۔ اس حدیث میں وتر سے مراد قیام اللیل ہے۔

یہی حال رمضان المبارک میں آپ کے قیام کا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سہولت سے رات کے کسی بھی حصے میں قیام کر لیتے تھے، لیکن جب ایک سال رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو تین دن رمضان میں باجماعت نمازِ تراویح پڑھائی تو نمازِ عشا کے بعد رات کے ابتدائی حصے ہی میں قیام شروع کیا، ان تین دنوں کے قیام کی تفصیل متعدد صحابہ کرام نے اپنی احادیث میں بیان کی ہے، لیکن جن صحابہ کی احادیث میں وقتِ قیام کا ذکر ہے ان کی احادیث کو ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے:

حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا:

نبی کریم ﷺ کی تراویح کی نماز پڑھانے کے قصے کو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مختلف راویوں نے روایت کی ہے۔ چناں چہ محمد بن حارث تیمی، ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے، اور ابو سلمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: «فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ أَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، قَالَتْ: فَاجْتَمَعَ إِلَيْهِ مَنْ فِي الْمَسْجِدِ،

---

[1] متفق علیہ: صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۹۹۶)، صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۷۴۵/۱۲۳)

فَصَلَّى بِهِمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْلًا طَوِيلًا»[1] ''اللہ کے رسول ﷺ مسجد میں عشا کی نماز کے بعد آئے، مسجد میں موجود سارے لوگ آپ کے پاس اکٹھا ہوئے، اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں دیر رات تک نماز پڑھائی''۔

ابو سلمہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں نمازِ تراویح کا وقت بعد نمازِ عشا ذکر کرنے میں محمد بن حارث تیمی منفرد نہیں ہیں، بلکہ ابو النضر سالم بن ابی امیہ قرشی نے ان کی متابعت کی ہے، چناں چہ ابو یعلیٰ موصلی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں فرمایا: «حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ رَمَضَانَ إِلى الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فَصَلَّى»[2] ''ہم سے ہارون بن معروف نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے

---

(1) مسند احمد (حدیث نمبر: ۲۶۳۰۷) شعیب ارنؤوط وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

(2) مسند ابو یعلیٰ موصلی (۲۲۱/۸، حدیث نمبر: ۴۷۸۸) اس حدیث کی سند کو مسند ابو یعلیٰ موصلی کے محقق حسین سلیم اسد نے عبد اللہ بن عمر عمری کی وجہ سے ضعیف قرار دیا، لیکن عبد اللہ بن عمر عمری کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ ان کی روایت متابعات اور شواہد میں معتبر ہے، چناں چہ تحریر تقریب التہذیب (۲۴۲/۲) میں ہے: «بل: ضعيف، يعتبر به في المتابعات والشواهد. فقد وثقه يعقوب بن شيبة، وأحمد بن يونس، والخليلي. وقال العجلي: لا بأس به. وقال ابن عدي: لا بأس به في رواياته، صدوق. واختلف فيه قول ابن معين، وضعفه غير واحد، منهم: البخاري، وابن المديني، ويحيى بن سعيد القطان، وصالح جزرة، والنسائي، وابن سعد، والترمذي، وابن حبان، والدارقطني، وأبو أحمد الحاكم» بلکہ یہ ضعیف ہیں، لیکن متابعات اور شواہد میں ان کا اعتبار کیا جائے گا، کیوں کہ ان کو یعقوب بن شیبہ، احمد بن یونس اور خلیلی نے ثقہ قرار دیا ہے۔ عجلی نے «لا بأس به» کہا ہے۔ ابن عدی نے «لا بأس به في رواياته، صدوق» کہا ہے۔ ان کے سلسلے میں ابن معین کا قول مختلف ہے۔ اور انھیں متعدد علما نے ضعیف قرار دیا ہے، جن میں سے بخاری، ابن المدینی، یحیی بن سعید قطان، صالح جزرہ، نسائی، ابن سعد، ترمذی، ابن حبان، دار قطنی اور ابو احمد حاکم ہیں۔

(عبد اللہ) بن وہب نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن عمر نے بیان کیا، وہ ابو النضر سے، وہ ابو سلمہ سے، اور ابو سلمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کی ایک رات نمازِ عشا کے بعد مسجد کی طرف نکلے اور نماز پڑھائی''۔

مسند احمد میں موجود محمد بن ابراہیم تیمی کی ابو سلمہ سے روایت ایک اور وجہ سے دلالت کر رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تراویح کی نماز عشا ہی کے بعد پڑھائی، چناں چہ پوری حدیث اس طرح ہے:

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رمضان المبارک میں لوگ رات کے وقت مسجد نبوی میں مختلف ٹولیوں میں نماز پڑھا کرتے تھے، جس آدمی کو تھوڑا سا قرآن یاد ہوتا اس کے ساتھ کم و بیش چھے آدمی کھڑے ہو جاتے اور نماز پڑھتے، ایک دن نبی ﷺ نے مجھے حجرے کے دروازے پر چٹائی بچھانے کا حکم دیا، میں نے اسی طرح کیا، پھر نمازِ عشا کے بعد نبی ﷺ گھر سے نکلے اور مسجد میں جا کر نماز پڑھنے لگے، مسجد میں موجود لوگ آپ کے ساتھ جمع ہو گئے، نبی ﷺ نے دیر رات تک انھیں نماز پڑھائی، پھر نبی ﷺ نماز سے فارغ ہو کر اپنے حجرے میں داخل ہو گئے اور چٹائی کو ویسے ہی چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے ان کے ساتھ نبی ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق گفتگو کی جو نبی ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگلی شام مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھر گئی، رسول اللہ ﷺ نے انھیں نمازِ عشا پڑھائی اور اپنے گھر چلے گئے، لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھے رہے، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا کہ اے عائشہ! لوگوں کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! گزشتہ رات آپ کی نماز کے بارے میں لوگوں نے ان سے سنا جنھوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی تو سب اکٹھا ہو گئے تاکہ آپ

انھیں نماز پڑھائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «اطْوِي عَنَّا حَصِيرَكِ يَا عَائِشَةُ» عائشہ! اپنی چٹائی اٹھا لو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غفلت کے بغیر رات گزاری، لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھے رہے، حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کے وقت نکلے اور کہا: «أَيُّهَا النَّاسُ، أَمَا وَاللهِ مَا بِتُّ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ لَيْلَتِي هَذِهِ غَافِلًا، وَمَا خَفِيَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ، وَلَكِنِّي تَخَوَّفْتُ أَنْ يُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ، فَاكْلَفُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا» لوگو! اللہ کی قسم، آج کی رات میں نے غفلت میں نہیں گزاری، الحمد للہ۔ اور تمھارا یہاں رہنا بھی مجھ سے مخفی نہیں تھا، لیکن اس نماز کے تم پر فرض کیے جانے کا مجھے اندیشہ تھا۔ اس لیے تم اپنی طاقت بھر عمل کیا کرو، کیوں کہ اللہ (اجر دینے سے) نہیں اکتائے گا مگر تم (عمل کرنے سے) اکتا جاؤ گے''[1]۔

اس حدیث میں صراحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی رات صحابہ کرام کو جب تراویح پڑھائی تو وہ عشا ہی کے بعد تھی، اور جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں نمازِ تراویح پڑھانے کے لیے نہ نکلے اس دن صحابہ کرام نمازِ عشا ہی کے بعد سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔

ابو سلمہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی ان دونوں سندوں سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو نمازِ عشا ہی کے بعد نمازِ تراویح پڑھائی، لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو عروہ بن زبیر نے بھی روایت کی ہے، اور انھوں نے «جَوْفُ اللَّيْلِ» میں نمازِ تراویح پڑھانے کا ذکر کیا ہے، چناں چہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: «حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ

---

(1) مسند احمد (حدیث نمبر: ۲۶۳۰۷)، مختصر قیام رمضان از مروزی (ص: ۲۱۴)، المعجم الأوسط از طبرانی، شعیب ارنؤوط وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، فَصَلَّى فِي المَسْجِدِ، فَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلاَتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ، فَتَحَدَّثُوا، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ، فَصَلَّوْا مَعَهُ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ، فَتَحَدَّثُوا، فَكَثُرَ أَهْلُ المَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَصَلَّوْا بِصَلاَتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ المَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلاَةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى الفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَتَشَهَّدَ، ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ، لَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ، فَتَعْجِزُوا عَنْهَا»[1]''ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، وہ عقیل سے، وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ جوف اللیل میں نکلے، اور مسجد میں نماز پڑھی، آپ کی اقتدا میں چند صحابہ نے بھی نماز پڑھی۔ صبح کو ان صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے دوسرے لوگوں سے اس کا ذکر کیا تو (دوسرے دن) اس سے بھی زیادہ جمع ہو گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ دوسری صبح کو اس کا چرچا اور زیادہ ہوا پھر کیا تھا تیسری رات بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ چوتھی رات جو آئی تو مسجد میں نمازیوں کی کثرت سے تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی، لیکن (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نہ نکل کر) فجر کی نماز کے لیے نکلے، نمازِ فجر پڑھنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، شہادت (یعنی حمد وثنا) پڑھی، اور فرمایا: ''امابعد! آپ لوگوں کی موجودگی مجھ سے مخفی نہیں تھی، لیکن میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم سے یہ ادا نہ ہو سکے''۔

---

(1) صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۹۲۴)

آپ نے دیکھا کہ عروہ کی اس روایت میں «جَوْفُ اللَّيْلِ» کا ذکر آیا ہے، لیکن اس روایت میں «جَوْفُ اللَّيْلِ» کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے درمیانی رات میں نماز شروع کی، بلکہ عروہ کی یہ روایت مجمل ہے، جس کی تفصیل اور تفسیر ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف کی روایت میں ہے جو مسند احمد اور مسند ابو یعلیٰ موصلی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عشا ہی کے بعد نماز شروع کی تھی۔ کیوں کہ عروہ اور ابو سلمہ کی روایتیں عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی حدیث کے مختلف طرق ہیں، دو مستقل حدیثیں نہیں ہیں کہ دونوں کا الگ الگ معنی لیا جائے، بلکہ دونوں ایک ہی حدیث کے دو مختلف طرق ہیں اس لیے ان کا معنی تمام طرق کو سامنے رکھتے ہوئے متعین کیا جائے گا، فہمِ حدیث کا یہ ایک اہم بنیادی اصول ہے جس کے بغیر کسی بھی حدیث کی صحیح فہم تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: «الْحَدِيثُ إِذَا لَمْ تَجْمَعْ طُرُقَهُ لَمْ تَفْهَمْهُ، وَالْحَدِيثُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا»[1] ''اگر آپ حدیث کے طرق کو اکٹھا نہیں کریں گے تو حدیث کو نہیں سمجھ سکتے، کیوں کہ حدیث کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تفسیر کرتا ہے''۔

جہاں تک بات ہے «جَوْفُ اللَّيْلِ» کی تو اس کا معنی اگرچہ درمیانی رات ہوتا ہے، جیسا کہ ابو اسحاق ابن قُرقُول رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۹ھ) نے فرمایا: «قوله: "مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ"، أي: داخله ووسطه»[2] ''«جَوْفُ اللَّيْلِ» یعنی درمیانی رات''، اسی طرح ابن رجب رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۵ھ) نے فرمایا: «وقد قيل: إنَّ جوف الليل إذا أطلق، فالمرادُ به

---

[1] الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع از خطیب بغدادی (۲/۲۱۲، اثر نمبر: ۱۶۴۰) اس اثر کی سند حسن ہے۔

[2] مطالع الأنوار على صحاح الآثار (۲/۱۸۵)

وسطُه»[1] ''کہا جاتا ہے کہ جوف اللیل جب مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد درمیانی رات ہوتی ہے''۔

لیکن کتب احادیث اور اقوال اہل علم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کا استعمال وقتِ عشا کے داخل ہونے کے بعد سے بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے یہاں کیا، اس کی تائید زین الدین مناوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۳۱ھ) کے قول سے بھی ہوتی ہے، آپ نے ایک حدیث «إِنَّمَا الْوِتْرُ بِاللَّيْلِ» کی شرح کرتے ہوئے فرمایا: «(إِنَّمَا الْوِتْرُ) بفتحِ الواوِ وكسرِها (بِاللَّيْلِ) أي: إِنَّمَا وَقْتُهُ الْمُقَدَّرُ لَهُ شَرْعًا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، مِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلٰى طُلُوعِ الْفَجْرِ، فَمَنْ أَوْتَرَ قَبْلَ ذٰلِكَ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا وِتْرَ لَهُ، نَعَمْ، يُسَنُّ قَضَاؤُهُ»[2] ''(وتر) واؤ کے فتحہ اور کسرے کے ساتھ (رات میں ہے) یعنی شرعی طور پر اس کا متعین وقت نمازِ عشا کے بعد سے طلوعِ فجر تک جوف اللیل (یعنی درمیانی رات) میں ہے، بنا بریں جو اس وقت سے پہلے یا اس کے بعد نمازِ وتر پڑھے گا تو اس کی نمازِ وتر نہیں ہو گی، ہاں اس کی قضا مسنون ہے''۔

مناوی رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ عشا کے بعد سے طلوعِ فجر تک کی درمیانی مدت کو جوف اللیل کہا جا سکتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ عروہ کی روایت ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف کی روایت کے مخالف نہیں ہے، مزید اس بات کی تائید آگے آنے والی روایات اور اہل علم کے اقوال سے بھی ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو اول رات ہی میں نمازِ تراویح پڑھائی تھی، جس کی روشنی میں جوف اللیل کی یہی تفسیر درست اور مقبول ہو گی،

---

[1] جامع العلوم والحکم (۸۱۱/۲)

[2] فیض القدیر (۵۶۳/۲)

اور یہ کوئی من مانی تفسیر نہیں ہے، بلکہ باذن اللہ شرح حدیث کے ان اصول پر مبنی تفسیر ہے جن کی تعلیم سلف سے منقول ہے۔

حدیثِ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ:

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:« صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى بَقِيَ سَبْعٌ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا، فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ؟ قَالَ: فَقَالَ: «إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ». قَالَ: فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ، فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ وَالنَّاسَ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلَاحُ، قَالَ: قُلْتُ: وَمَا الْفَلَاحُ؟ قَالَ: السُّحُورُ، ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بَقِيَّةَ الشَّهْرِ»[1] ''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو آپ نے ہمیں پورے مہینے کسی رات نماز (تراویح) نہیں پڑھائی، یہاں تک کہ رمضان کے صرف سات دن باقی رہ گئے تو آپ نے ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ ایک تہائی رات گزر گئی۔ پھر جب چھے راتیں رہ گئیں تو آپ نے ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا، پھر جب پانچ راتیں رہ گئیں تو آپ نے ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ آدھی رات ہو گئی، میں نے کہا: اللہ کے رسول! اس رات کاش آپ اور زیادہ قیام فرماتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے تو اس کو ساری رات قیام کا ثواب ملتا ہے''، پھر جب چار راتیں باقی رہ گئیں تو آپ ﷺ نے پھر قیام نہیں کیا، پھر جب تین راتیں باقی رہ گئیں تو آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں، اپنی عورتوں اور لوگوں کو

---

(1) سنن ابوداود (حدیث نمبر: ۱۳۷۵)، سنن ترمذی (حدیث نمبر: ۸۰۶) شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اکٹھا کیا اور ہمارے ساتھ قیام کیا، یہاں تک کہ ہمیں خوف ہونے لگا کہ کہیں ہم سے فلاح چھوٹ نہ جائے، میں نے پوچھا: فلاح کیا ہے؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: سحر کا کھانا، پھر آپ ﷺ نے مہینے کی بقیہ راتوں میں قیام نہیں کیا"۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عشا کی نماز ہی کے بعد تراویح پڑھائی، کیوں کہ پہلی رات کی نماز رات کی پہلی تہائی تک چلی، اور دوسری رات کی نصف شب تک، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب تراویح کی نماز عشا کے فورا بعد شروع کی گئی ہو، اسی لیے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ نے فرمایا: «وَفِيهِ ثُبُوتُ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ بِالْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ أَوَّلَ اللَّيْلِ»[1] "اس حدیث میں تراویح کی نماز کو جماعت کے ساتھ مسجد میں رات کے ابتدائی حصے میں پڑھنے کا ثبوت ہے"۔

اسی طرح عبداللہ بن فہد خلیفی نے فرمایا: «هٰذَا نَصٌّ صَرِيحٌ فِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ أَوَّلَ اللَّيْلِ، فَقَوْلُهُ: "صَلَّى بِنَا حَتَّى كَادَ يَذْهَبُ شَطْرُ اللَّيْلِ" وَاضِحٌ فِي أَنَّهُ صَلَّى قَبْلَ شَطْرِ اللَّيْلِ، وَهُوَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلُ، وَهٰذِهِ الرِّوَايَةُ صَرِيحَةٌ فِي أَنَّهُ قَامَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ أَوَّلَ اللَّيْلِ، عَلَى خِلَافِ صَنِيعِ النَّاسِ الْيَوْمَ»[2] "یہ ایک صاف اور واضح نص ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے رات کے ابتدائی حصے میں قیام کیا تھا۔ چناں چہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا کہنا کہ: "ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ آدھی رات گزرنے کو آئی" اس بات کو ظاہر کرتا ہے

---

[1] تحفۃ الاحوذی (۳/۴۳۷) تحفۃ الاحوذی کے مطبوعہ نسخوں میں «أَوَّلَ اللَّيْلِ» کی بجائے «أَوِ اللَّيْلِ» ہے، مرعاۃ المفاتیح (۴/۳۱۷) سے اصلاح کی گئی ہے۔

[2] "حوالہ جات بصورت QR کوڈ" (ص: ۱۶۰) میں QR کوڈ نمبر (۱) کو اسکین کریں۔

کہ آپ ﷺ نے نصف شب سے پہلے نماز مکمل کرلی تھی، جو کہ رات کا پہلا تہائی حصہ ہے۔ یہ روایت اس بات کی صاف دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے آخری عشرے میں رات کے شروع حصے میں قیام کیا تھا، جو لوگوں کے آج کل کے عمل سے مختلف ہے“۔

نیز ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں موجود نبی کریم ﷺ کا قول بھی دلالت کرتا ہے کہ باجماعت نمازِ تراویح اول رات ہی میں ہونی چاہیے، آپ نے فرمایا: «إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ» ”جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے تو اس کو ساری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے“۔

علامہ عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۴ھ) نے اس حدیث کی یہی شرح کی ہے، چناں چہ آپ نے فرمایا: «قِيلَ: الْمُرَادُ بِالصَّلَاةِ فِي قَوْلِهِ: "إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ" صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ، وَالْمَعْنَى: (إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى) أَيِ التَّرَاوِيحَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ»[1] ”کہا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قول "اگر امام کے ساتھ نماز پڑھے" میں مراد تراویح کی نماز ہے، اور معنی یہ ہوگا کہ: (آدمی جب نماز پڑھے) یعنی تراویح کی نماز رمضان میں ابتدائی شب میں پڑھے“۔

اسی طرح ساری رات کے قیام کا ثواب ملنے کی بات اسی وقت درست ہو سکتی ہے جب رات کے ابتدائی حصے میں قیام شروع کر کے اسے رات باقی رہتے ہی ختم کر دیا جائے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے آدھی رات میں قیام مکمل کرنے کے بعد مزید قیام کے مطالبے پر یہ بات کہی، لہذا اس سے معلوم ہوا کہ باجماعت نمازِ تراویح اول رات ہی میں شروع کرنی چاہیے، جامعہ ام القریٰ (مکہ مکرمہ) کے استاذ دکتور رویعی راجح رحیلی نے اس حدیث سے یہی

---

[1] مرعاة المفاتيح (۳۱۸/۴)

استدلال کرتے ہوئے اپنے ایک مقالے بعنوان «بَحْثٌ فِيمَا نَسَبَهُ الشَّيْخُ مَنْصُورٌ البُهُوتِيُّ فِي الرَّوْضِ المُرَبعِ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ فِي رَمَضَانَ، وَتَخْرِيجِهِ، وَمُنَاقَشَةِ أَهْلِ العِلْمِ فِي ذٰلِكَ» میں فرمایا: «وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ أَيْضًا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ صَلَاةَ التَّرَاوِيحِ جَمَاعَةً أَوَّلَ اللَّيْلِ أَفْضَلُ»[1] ''یہ ایک صحیح حدیث ہے جو دلالت کرتی ہے کہ باجماعت نمازِ تراویح اول رات میں افضل ہے''۔

حدیثِ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ:

نعیم بن زیاد ابو طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو حمص میں منبر پر بیان کرتے ہوئے سنا، وہ کہہ رہے تھے: «قُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قُمْنَا مَعَهُ لَيْلَةَ خَمْسٍ وَعِشْرِينَ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ قُمْنَا مَعَهُ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ لَا نُدْرِكَ الْفَلَاحَ»، وَكَانُوا يُسَمُّونَهُ السُّحُورَ[2] ''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے مہینے میں تیئسویں رات کو رات کی پہلی تہائی تک قیام کیا، پھر پچیسویں رات کو آدھی رات تک قیام کیا، پھر ستائیسویں رات کو ہم نے آپ کے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ ہم فلاح نہیں پا سکیں گے، وہ لوگ سحری کو فلاح کا نام دیتے تھے''۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ تراویح نمازِ عشا ہی کے بعد پڑھائی، کیوں کہ پہلی

---

[1] مجلة البحوث الإسلامية، عدد ۲۶ (ص: ۲۹۳)

[2] سنن نسائی (حدیث نمبر: ۱۶۰۶)، مسند احمد (حدیث نمبر: ۱۸۴۰۲) شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

رات کا قیام تہائی رات کو اور دوسری رات کا قیام آدھی رات کو مکمل ہوا جس کی واضح دلالت ہے کہ نمازِ تراویح کو نمازِ عشاء ہی کے بعد شروع کیا گیا۔

حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

ثمامہ بن عبداللہ بن انس اپنے دادا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:«إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جاءَهُ أَصْحَابُهُ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَخَرَجَ فَصَلَّى بِهِمْ فَخَفَّفَ، ثُمَّ دَخَلَ بَيْتَهُ فَأَطَالَ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى بِهِمْ فَخَفَّفَ، ثُمَّ دَخَلَ بَيْتَهُ فَأَطَالَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، صَلَّيْتَ فَجَعَلْتَ تُطِيلُ إِذَا دَخَلْتَ، وَتُخَفِّفُ إِذَا خَرَجْتَ؟ قَالَ: «مِنْ أَجْلِكُمْ فَعَلْتُ مَا فَعَلْتُ»[1] "اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ ایک رات ان کے پاس آئے، تو آپ ﷺ نکلے اور ان کے ساتھ نماز پڑھی، اور آپ نے نماز کو ہلکا کیا۔ پھر آپ اپنے گھر واپس گئے اور لمبی نماز پڑھی، پھر دوبارہ باہر نکلے اور ان کے ساتھ نماز پڑھی اور اسے ہلکا کیا۔ پھر آپ دوبارہ اپنے گھر گئے اور طویل نماز پڑھی۔ جب صبح ہوئی تو صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے جب نماز پڑھی تو گھر میں داخل ہو کر طویل نماز پڑھتے تھے اور جب باہر نکلتے تو نماز کو ہلکا کر دیتے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ میں نے تمھاری خاطر کیا"۔

اس حدیث کو ثمامہ کے علاوہ ثابت بن اسلم بنانی نے بھی انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، ان کی روایت میں تھوڑی تفصیل ہے، آپ نے فرمایا:«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: فَجِئْتُ، فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، وَجَاءَ رَجُلٌ فَقَامَ إِلَى جَنْبِي أَيْضًا، حَتَّى كُنَّا رَهْطًا، فَلَمَّا أَحَسَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَّا خَلْفَهُ جَعَلَ يَتَجَوَّزُ فِي الصَّلَاةِ، ثُمَّ دَخَلَ رَحْلَهُ فَصَلَّى صَلَاةً لَا يُصَلِّيهَا عِنْدَنَا، فَقُلْنَا لَهُ حِينَ أَصْبَحْنَا: أَفَطِنْتَ لَنَا اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: «نَعَمْ،

---

[1] مسند احمد (حدیث نمبر: ۱۴۱۰۲) شعیب ارنؤوط وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر ہے۔

ذَاكَ الَّذِي حَمَلَنِي عَلَى الَّذِي صَنَعْتُ»[1] ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں نماز پڑھتے تھے، تو میں آیا اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، اور ایک شخص آیا اور میرے ساتھ کھڑا ہو گیا، یہاں تک کہ ہم ایک جماعت بن گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس کیا کہ ہم ان کے پیچھے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مختصر کر دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر واپس تشریف لے گئے اور ایسی نماز پڑھی جو آپ ہمارے ساتھ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ سے پوچھا: کیا آپ نے ہمیں رات میں محسوس کیا تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں، یہی وہ بات تھی جس نے مجھے اس عمل پر ابھارا"''۔

انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اگرچہ صراحت سے اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو رمضان کی کس رات اور کس وقت نماز پڑھائی لیکن صحابہ کو نماز پڑھانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے گھر جا کر تنہا طویل نماز پڑھنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ نے صحابہ کو رات کے ابتدائی حصے میں نمازِ تراویح پڑھائی، واللہ اعلم۔

عائشہ، ابوذر، نعمان بن بشیر اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا رہتے ہوئے اگرچہ رات کی نماز کسی بھی وقت پڑھ لیا کرتے تھے لیکن رمضان المبارک میں آپ نے صحابہ کرام کو باجماعت نمازِ تراویح اول رات میں نمازِ عشا ہی کے بعد پڑھائی۔ یہی شارحین حدیث نے مذکورہ صحابہ کرام کی احادیث سے سمجھا ہے، چناں چہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) نے فرمایا: «السُّنَّةُ فِي التَّرَاوِيحِ أَنْ تُصَلَّى بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ كَمَا اتَّفَقَ عَلَى ذٰلِكَ السَّلَفُ وَالْأَئِمَّةُ. وَالنَّقْلُ الْمَذْكُورُ عَنْ الشَّافِعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَاطِلٌ، فَمَا كَانَ الْأَئِمَّةُ يُصَلُّونَهَا إِلَّا بَعْدَ الْعِشَاءِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ

---

[1] الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف از ابن المنذر (۴/۲۱۰، حدیث نمبر: ۲۰۴۸)

وَعَهْدِ خُلَفَائِهِ الرَّاشِدِينَ، وَعَلَى ذٰلِكَ أَئِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ، لَا يُعْرَفُ عَنْ أَحَدٍ أَنَّهُ تَعَمَّدَ صَلَاتَهَا قَبْلَ الْعِشَاءِ، فَإِنَّ هَذِهِ تُسَمَّى قِيَامَ رَمَضَانَ، كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: {إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْكُمْ صِيَامَ رَمَضَانَ، وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ، فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ}. وَقِيَامُ اللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ إِنَّمَا يَكُونُ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَقَدْ جَاءَ مُصَرَّحًا بِهِ فِي السُّنَنِ أَنَّهُ لَمَّا صَلَّى بِهِمْ قِيَامَ رَمَضَانَ صَلَّى بَعْدَ الْعِشَاءِ»[1] ”سنت کے مطابق تراویح عشا کی نماز کے بعد پڑھی جانی چاہیے، جیسا کہ سلف اور ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے جو نقل کیا گیا ہے (کہ تراویح عشا سے پہلے پڑھی جا سکتی ہے) وہ غلط ہے۔ ائمہ کرام عشا ہی کے بعد تراویح پڑھا کرتے تھے، اور یہی طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاے راشدین کے دور میں تھا، اور اسی طریقے پر مسلمانوں کے ائمہ ہیں۔ کسی بھی شخص سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اس نے جان بوجھ کر تراویح عشا سے پہلے پڑھی ہو۔ تراویح کو "قیام رمضان" کہا جاتا ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور میں نے تمھارے لیے قیام رمضان مسنون کیا ہے، جس نے روزہ رکھا اور قیام کیا، اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے"۔ قیام اللیل رمضان میں اور دیگر اوقات میں عشا ہی کے بعد ہوتا ہے۔ یہ بات سنن میں وضاحت کے ساتھ آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صحابہ کرام کو تراویح پڑھائی تو وہ عشا ہی کے بعد تھی“۔

عبد اللہ بن عبد العزیز بن احمد تویجری نے اپنی کتاب «البدع الحولیة» میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس قول پر تعلیق لگاتے ہوئے کہا: «لَمْ أَقِفْ عَلَيْهِ فِيمَا اطَّلَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ، وَلَكِنْ عُمُومُ بَعْضِ الْأَحَادِيثِ الْوَارِدَةِ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهَا

---

[1] مجموع الفتاویٰ (۱۲۰/۲۳)

كَانَتْ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ كَمَا فِي حَدِيثِ أَبِي ذَرٍّ الْمُتَقَدِّمِ فِي هٰذَا الْكِتَابِ»[1] "میں نے جتنی بھی حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کیا ان میں اس بات کا ذکر نہیں ملا[2]، لیکن بعض احادیث کا عمومی مفہوم یہ ظاہر کرتا ہے کہ تراویح نماز عشا کے بعد پڑھی جاتی تھی، جیسا کہ اس کتاب میں آگے آنے والی ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے"۔

اسی طرح انور شاہ کشمیری (متوفی ۱۳۹۵ھ) نے سنن ترمذی کی شرح میں فرمایا: «ثُمَّ قِيلَ: إِنَّ شُرُوعَ التَّرَاوِيحِ أَوَّلَ اللَّيْلِ مِنْ سُنَّةِ عُمَرَ، وَأَقُولُ: إِنَّهُ مِنْ سُنَّةِ النَّبِيِّ ﷺ، كَمَا يَدُلُّ حَدِيثُ الْبَابِ وَحَدِيثُ عَائِشَةَ وَجَابِرٍ وَزَيْدٍ»[3] "کہا جاتا ہے کہ رات کے آغاز میں تراویح کی ابتدا عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، جیسا کہ اس باب کی حدیث (یعنی حدیث ابو ذر)، حدیث عائشہ، حدیث جابر اور حدیث زید رضی اللہ عنہم سے ظاہر ہوتا ہے"۔

نیز فرمایا: «وَلَمْ يَثْبُتْ فِي رِوَايَةٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ أَنَّهُ صَلَّى التَّرَاوِيحَ وَالتَّهَجُّدَ عَلَى حِدَةٍ فِي رَمَضَانَ، بَلْ طَوَّلَ التَّرَاوِيحَ، وَبَيْنَ التَّرَاوِيحِ وَالتَّهَجُّدِ فِي عَهْدِهِ لَمْ يَكُنْ فَرْقٌ فِي الرَّكَعَاتِ، بَلْ فِي الْوَقْتِ وَالصِّفَةِ، أَيْ: التَّرَاوِيحُ تَكُونُ بِالْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ بِخِلَافِ التَّهَجُّدِ، وَإِنَّ الشُّرُوعَ فِي التَّرَاوِيحِ يَكُونُ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ وَفِي التَّهَجُّدِ فِي آخِرِ

---

[1] البدع الحولية (ص: ۳۲۸)

[2] یہ بات عبد اللہ تویجری کے علم پر موقوف ہے، جیسا کہ انھوں نے اس کی صراحت بھی کی ہے، ورنہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کہی ہوئی بات انتہائی درست ہے، جیسا کہ اس سے پہلے آپ نے عائشہ، ابوذر، نعمان بن بشیر اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی احادیث میں ملاحظہ کیا کہ نبی کریم ﷺ نے نمازِ عشا کے بعد ہی تراویح شروع کی ہے۔

[3] العرف الشذي شرح سنن الترمذي (۲/۲۱۰)

اللَّيْلِ»[1] ”کسی بھی روایت میں یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں تراویح اور تہجد کو الگ الگ پڑھا ہو، بلکہ تراویح کی نماز آپ طویل کرتے تھے، اور تراویح اور تہجد کی رکعتوں میں آپ کے دور میں کوئی فرق نہیں تھا، فرق صرف وقت اور شکل میں تھا۔ یعنی تراویح جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھی جاتی تھی جب کہ تہجد انفرادی طور پر پڑھی جاتی تھی۔ اور تراویح کا آغاز رات کے ابتدائی حصے میں ہوتا تھا، جب کہ تہجد کا آغاز رات کے آخری حصے میں ہوتا تھا“۔

اسی طرح شیخ ابن باز رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) نے فرمایا:«وَيُسَنُّ فِي رَمَضَانَ صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ؛ لِأَنَّ ذٰلِكَ أَنْشَطُ لِلنَّاسِ، وَخَشْيَةَ أَلَّا يَقُومُوا مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَإِذَا صَلَّوْا أَوَّلَ اللَّيْلِ فَهُوَ أَفْضَلُ، كَمَا كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَكَمَا فَعَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي بَعْضِ اللَّيَالِي وَالصَّحَابَةُ، ثُمَّ تَرَكَ ذٰلِكَ مَخَافَةَ أَنْ يُفْرَضَ عَلَيْهِمْ، فَإِنَّهُ صَلَّى بِهِمْ فِي لَيْلَةٍ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَفِي لَيْلَةٍ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ، وَفِي لَيْلَةٍ إِلٰى آخِرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ تَرَكَ ذٰلِكَ خَشْيَةَ أَنْ يُفْرَضَ عَلَيْهِمْ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ»[2] ”رمضان میں تراویح کی نماز کو رات کے ابتدائی حصے میں پڑھنا سنت ہے؛ کیوں کہ یہ وقت لوگوں کے لیے زیادہ آرام دہ ہے اور اس بات کا خدشہ ہوتا ہے کہ لوگ رات کے آخری حصے میں اٹھ نہیں پائیں گے۔ اس لیے اگر رات کے پہلے حصے میں لوگ نماز پڑھیں تو یہ افضل اور بہتر ہے، جیسا کہ صحابہ کرام کیا کرتے تھے، اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض راتوں میں صحابہ کے ساتھ مل کر کیا۔ پھر آپ ﷺ نے اسے ترک کر دیا تاکہ لوگوں پر یہ فرض نہ ہو جائے۔ آپ نے بعض راتوں میں صحابہ کے ساتھ رات کے تیسرے حصے تک نماز

---

[1] العرف الشذي شرح سنن الترمذي(۲/۲۱۰)

[2] فتاوی نور علی الدرب از ابن باز(۱۰/۳۶۰)

پڑھی، بعض راتوں میں آدھی رات تک، اور بعض راتوں میں اخیر رات تک۔ پھر آپ ﷺ نے اس عمل کو ترک کر دیا، کیوں کہ آپ ﷺ کو خوف تھا کہ کہیں یہ فرض نہ کر دیا جائے“۔

احادیث نبویہ اور ان کی روشنی میں مذکور اہل علم کے اقوال سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ نے جب رمضان المبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باجماعت نمازِ تراویح پڑھائی تو عشا کے بعد اول رات ہی میں پڑھائی، اور جن لوگوں نے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی جوف اللیل والی روایت سے یہ سمجھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ تراویح کی ابتدا درمیانی رات میں کی[1] ان کی فہم درست نہیں ہے۔

---

[1] جیسے عبداللہ بن یوسف جدیع نے اپنی کتاب "تیسیرُ علم أصول الفقه" میں اس کو بیان کیا ہے، ملاحظہ کریں: (ص: ۳۴۷)۔ اسی طرح شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے بھی اپنے ایک فتوے میں اس کا ذکر کیا ہے، وہ فتویٰ آپ کی ویب سائٹ پر موجود ہے، جس کے رابطہ کے لیے "حوالہ جات بصورت QR کوڈ" (ص: ۱۶۰) میں نمبر (۲) کا QR کوڈ اسکین کریں۔

عہد ابو بکر رضی اللہ عنہ میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد لوگ اسی طرح نمازِ تراویح پڑھتے رہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں پڑھا کرتے تھے، یعنی کوئی گھر میں پڑھتا تو کوئی تنہا مسجد میں، تو کچھ لوگ کسی کو امام بنا کر اس کی اقتدا کر لیتے، اور اس کے لیے ہر کوئی اپنی سہولت سے وقت کا انتخاب کرتا، کوئی اول رات میں پڑھ لیتا تو کوئی درمیانی رات میں تو کوئی اخیر رات میں، الغرض کسی ایک امام کے پیچھے اول رات میں سارے لوگ باجماعت نماز پڑھنے کا اہتمام نہیں کرتے تھے، جیسا کہ ابن شہاب زہری روایت کرتے ہیں ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے، اور ابو سلمہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» ''جس نے رمضان میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام اللیل کیا تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے''۔ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ نے فرمایا: «فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ، ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ»[1] ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایسا ہی حال تھا، پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے اولین دور میں بھی یہی حال رہا''۔

شارحِ موطا ابو الولید سلیمان بن خلف باجی رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۴ھ) نے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے قول کی شرح کرتے ہوئے فرمایا: «وَيَعْنِي قَوْلُهُ: وَالْأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ وَحَالُ النَّاسِ عَلَى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ تَرْكِ النَّاسِ وَالنَّدْبِ إِلَى الْقِيَامِ، وَأَنْ

---

(1) متفق علیہ: صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۲۰۰۹)، صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۱۷۸۰/۷۵۹)

لَا يَجْتَمِعُوا فِيهِ عَلَى إِمَامٍ يُصَلِّي بِهِمْ خَشْيَةَ أَنْ يُفْرَضَ عَلَيْهِمْ، وَيَصِحُّ أَنْ يَكُونُوا أَلَّا يُصَلُّونَ إِلَّا فِي بُيُوتِهِمْ، أَوْ يُصَلِّي الْوَاحِدُ مِنْهُمْ فِي الْمَسْجِدِ، وَيَصِحُّ أَنْ يَكُونُوا لَمْ يَجْتَمِعُوا عَلَى إِمَامٍ وَاحِدٍ، وَلٰكِنَّ هُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ أَوْزَاعًا مُتَفَرِّقِينَ، عَلَى حَسَبِ مَا ذُكِرَ فِي حَدِيثِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ هٰذَا»[1] ”آپ (یعنی ابن شہاب زہری) کے قول کا مطلب یہ ہے کہ (رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد) حال ویسا ہی تھا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں تھا، یعنی لوگوں کو قیام کی ترغیب دے کر آزاد چھوڑ دیا گیا تھا، لوگ کسی ایک امام کے پیچھے اکٹھے ہو کر اس ڈر سے با جماعت نماز نہیں پڑھتے تھے کہ کہیں ان پر فرض نہ کر دی جائے۔ پھر یہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ وہ صرف اپنے گھروں میں نماز پڑھتے تھے، یا ان میں سے کوئی شخص مسجد میں اکیلا نماز پڑھتا تھا، یہ بھی صحیح ہے کہ وہ ایک امام کے پیچھے اکٹھے نہیں ہوتے تھے، لیکن وہ الگ الگ مختلف جماعتوں میں نماز پڑھتے تھے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی بعد میں آنے والی حدیث میں ذکر کیا جائے گا“۔

پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں نمازِ تراویح کو منظم کرنے کی طرف کیوں توجہ نہیں دی گئی اس کا جواب دیتے ہوئے ابو الولید باجی رحمہ اللہ نے فرمایا: «إِنَّمَا أَمْضَاهُ عَلَى ذٰلِكَ أَبُو بَكْرٍ وَإِنْ كَانَ قَدْ عَلِمَ أَنَّ الشَّرَائِعَ لَا تُفْرَضُ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ لِأَحَدِ وَجْهَيْنِ: إِمَّا لِأَنَّهُ شُغِلَ وَلَمْ يَتَفَرَّغْ لِلنَّظَرِ فِي جَمِيعِ أُمُورِ الْمُسْلِمِينَ بِأَمْرِ أَهْلِ الرِّدَّةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْأُمُورِ مَعَ قِصَرِ الْمُدَّةِ، أَوْ لِأَنَّهُ رَأَى مِنْ قِيَامِ النَّاسِ فِي آخِرِ اللَّيْلِ وَقُوَّتِهِمْ عَلَيْهِ مَا كَانَ أَفْضَلَ عِنْدَهُ مِنْ جَمْعِهِمْ عَلَى إِمَامٍ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ»[2] ”ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جاننے کے باوجود کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی شریعت فرض نہیں کی جا سکتی تراویح کی نماز کو

---

[2] المنتقى شرح الموطأ (٢٠٦/١)

[3] المنتقى شرح الموطأ (٢٠٧/١)

پرانے حال پر دو ممکنہ وجوہات کی بنا پر چھوڑا: ایک یہ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اہل رِدہ اور دیگر امور میں ایسے مشغول ہو گئے کہ مسلمانوں کے تمام معاملات پر نظر ڈالنے کے لیے وقت نہیں نکال سکے، پھر ان کی مدتِ حکومت بھی بہت مختصر تھی؛ یا پھر یہ کہ انھوں نے لوگوں کے رات کے آخر میں قیام اور ان کی طاقت کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ ان کو ایک امام کے پیچھے پہلی رات میں نماز پڑھانے کی بجائے ان کا یہی عمل بہتر ہے''۔

عہد عمر رضی اللہ عنہ میں

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، آپ کی خلافت کے ابتدائی دور میں اسی طریقے پر صحابہ کرام وغیرہ نمازِ تراویح پڑھتے تھے جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں رائج تھا، جیسا کہ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی بیان کردہ تفصیل میں گزرا، لیکن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بعد میں ان کو ایک امام کے پیچھے اول رات میں اکٹھا کر دیا، چناں چہ عبد الرحمن بن عبد (القاری) نے فرمایا: «خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلى المَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلاَتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ: «إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلاَءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ، لَكَانَ أَمْثَلَ» ثُمَّ عَزَمَ، فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاَةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ: «نِعْمَ البِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ» يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ»[1] ”میں رمضان کی ایک رات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد گیا۔ سب لوگ متفرق اور منتشر تھے، کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا، اور کچھ کسی کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ اچھا ہو گا، چناں چہ آپ نے یہی ٹھان کر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے ان سب کو اکٹھا کر دیا۔ پھر ایک رات میں ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے، مگر (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں اس حصے سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ

---

(1) صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۲۰۱۰)

نماز پڑھ رہے ہیں''۔ آپ کی مراد رات کے آخری حصے (کی فضیلت) تھی، کیوں کہ لوگ نمازِ تراویح رات کے شروع ہی میں پڑھ لیتے تھے''۔

عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم اپنی خلافت کے دوسرے سال سنہ ۱۴ھ میں دیا، جیسا کہ زین الدین عراقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۶ھ) نے فرمایا: «وَإِنَّمَا وَقَعَ تَغْيِيرُهُ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ سَنَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِنْ الْهِجْرَةِ»[1] ''اس میں تبدیلی سنہ ۱۴ھ کو عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی''۔

عبد الرحمن بن عبد (القاری) رحمہ اللہ کی یہ روایت بہت واضح دلیل ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو جب ایک امام کے پیچھے اکٹھا کیا تو انھیں عشا کے بعد اول رات ہی میں تراویح کی نماز شروع کرنے کا حکم دیا، اور یہی اہل علم کا ماننا ہے، چناں چہ انور شاہ کشمیری (متوفی ۱۳۹۵ھ) نے فرمایا: «أَقُولُ: إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي التَّرَاوِيحَ أَوَّلَ اللَّيْلِ، نَعَمْ أَطَالَهَا أَحْيَانًا إِلَى آخِرِ اللَّيْلِ حَتَّى خَافُوا الْفَلَاحَ؛ أَيْ: السَّحَرَ»[2] ''میں کہتا ہوں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (اور ان کے عہد میں لوگ) رات کے پہلے حصے میں تراویح پڑھتے تھے۔ ہاں، کبھی کبھار انھوں نے اسے رات کے آخر تک طویل کیا یہاں تک کہ صحابہ کرام کو فلاح (یعنی سحری) کا خوف لاحق ہو گیا''۔

آخری وقت کی افضلیت کے اعتراف کے باجود عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اول رات میں نمازِ تراویح کی خاطر اس لیے اکٹھا کیا کیوں کہ یہاں سارے لوگ مل کر با جماعت نماز پڑھنے والے تھے، اور ان کی مصلحت اسی میں تھی کہ اس نماز کو عشا کے بعد فوراً شروع کر دیا

---

[1] طرح التثريب في شرح التقريب (۹۵/۳)

[2] العرف الشذي شرح سنن الترمذي (۲۱۰/۲)

جائے، کیوں کہ جماعت میں ہر طرح کے لوگ رہتے ہیں۔ جیسا کہ محمد بن محمد مختار شنقیطی نے فرمایا:«وَيَقُولُ: (نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ)، وَهُوَ الَّذِي أَمَرَهُمْ أَنْ يَجْتَمِعُوا، لَكِنْ يَنْقَسِمُ النَّاسُ إِلَى قَادِرٍ وَغَيْرِ قَادِرٍ، فَعَامَّةُ النَّاسِ فِي غَالِبِ أَحْوَالِهِمْ لَا يَقْدِرُونَ أَنْ يَقُومُوا السَّحَرَ وَآخِرَ اللَّيْلِ، وَمِنْ هُنَا جُعِلَتِ التَّرَاوِيحُ لَهُمْ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ»[1] ''عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے، مگر (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں افضل ہے''، حالاں کہ آپ ہی نے لوگوں کو (اول رات) میں اکٹھا ہونے کا حکم دیا تھا، کیوں کہ کچھ لوگوں میں (آخری رات کے قیام کی) طاقت ہوتی ہے اور کچھ میں نہیں، یعنی اکثر لوگ عام حالات میں سحر اور آخری رات کے قیام کی طاقت نہیں رکھتے، اسی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے اول رات میں انھیں تراویح پڑھنے کا حکم دیا''۔

اسی طرح دکتور احمد حطیبہ نے فرمایا:«قَالَ عُمَرُ: وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ، وَهٰذَا عَائِدٌ إِلَى الصَّلَاةِ، يَعْنِي: أَنَّ الصَّلَاةَ الَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ، وَلَكِنْ لَا يَسْتَطِيعُ عُمَرُ أَنْ يَجْمَعَهُمْ فِي آخِرِ اللَّيْلِ، فَفِي أَوَّلِ اللَّيْلِ الْكُلُّ مَوْجُودٌ، وَذٰلِكَ فِي صَلَاةِ الْعِشَاءِ، بِخِلَافِ آخِرِ اللَّيْلِ»[2] ''عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''وہ وقت جس میں یہ سوتے ہیں اس وقت سے بہتر ہے جس میں یہ قیام کر رہے ہیں''۔«عنہا» میں ہا کی ضمیر نماز کی طرف لوٹ رہی ہے، یعنی وہ نماز جس سے یہ غافل ہیں اس نماز سے بہتر ہے جسے یہ پڑھ رہے ہیں، لیکن عمر رضی اللہ عنہ رات کے آخر میں انھیں جمع نہیں کر سکتے تھے؛ کیوں کہ رات کے آغاز یعنی نمازِ عشا میں تمام لوگ موجود ہوتے ہیں، جب کہ آخر شب میں ایسا نہیں ہوتا''۔

---

[1] شرح زاد المستقنع از شنقیطی (۱۰/۳۸۷)

[2] شرح كتاب الجامع لأحكام الصيام وأعمال رمضان از احمد حطیبہ (۶/۱۵)

اسی طرح عبد اللہ بن مانع روقی حفظہ اللہ نے عبد الرحمن بن عبد (القاری) کے قول«وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ» کی تعلیل کرتے ہوئے فرمایا:« لِأَنَّ أَوَّلَ اللَّيْلِ أَرْفَقُ بِهِمْ، وَاسْتَمَرَّ الْمُسْلِمُونَ عَلَى هٰذَا، يُصَلُّونَ أَوَّلَ اللَّيْلِ جَمَاعَةً»[1] ''کیوں کہ ابتدائی رات (میں قیام) لوگوں کے لیے زیادہ آسان ہے، مسلمان اسی پر عمل پیرا رہے، چناں چہ مسلمان باجماعت نمازِ (تراویح) ابتدائی رات میں پڑھتے ہیں''۔

معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ کے دور میں اول رات ہی میں نمازِ تراویح شروع کی جاتی تھی، لیکن چوں کہ وہ زمانہ اہل تقویٰ اور اربابِ ایمانِ کامل کا زمانہ تھا اس لیے کبھی کبھی ان کی نماز اتنی طویل ہوتی تھی کہ سحر کا وقت داخل ہو جاتا تھا اور انھیں سحری کا اندیشہ ہو جاتا تھا، جیسا کہ سائب بن یزید رحمہ اللہ نے فرمایا:«أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، قَالَ: وَقَدْ كَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِئِينَ، حَتَّى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ، وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِي فُرُوعِ الْفَجْرِ»[2] ''عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُبی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا۔ سائب بن یزید نے کہا کہ امام سو سو آیتیں ایک رکعت میں پڑھتا تھا یہاں تک کہ ہم لکڑی کا سہارا لے کر کھڑے ہوتے تھے اور فجر کے قریب ہی فارغ ہوتے تھے''۔

اسی طرح عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:« دَعَانِي عُمَرُ أَتَسَحَّرُ عِنْدَهُ وَأَتَغَذَّى فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، فَسَمِعَ عُمَرُ هَيْعَةَ النَّاسِ حِينَ خَرَجُوا مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ:

---

[1] التنكيت على الموطأ (ص:۵۶)

[2] موطا امام مالک (حدیث نمبر: ۲۴۹) شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے: إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل از البانی (۱۹۲/۲)

«مَا هٰذَا؟» فَقُلْتُ: النَّاسُ حِينَ خَرَجُوا مِنَ الْمَسْجِدِ، قَالَ: «مَا بَقِيَ مِنَ اللَّيْلِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا ذَهَبَ»[1] "عمر رضی اللہ عنہ نے ماہِ رمضان میں مجھے اپنے یہاں سحری کے لیے مدعو کیا۔ پھر جب لوگ مسجد سے باہر نکلے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہلچل سنی، آپ نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" تو میں نے کہا کہ لوگ مسجد سے باہر نکلے ہیں۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "رات کا جو وقت باقی رہ گیا ہے وہ گزرے ہوئے وقت سے مجھے زیادہ محبوب ہے"۔

ان آثار کو ذکر کرنے کے بعد شیخ عبد اللہ ابا بطین رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۸۲ھ) نے فرمایا: «فَتَبَيَّنَ بِذٰلِكَ أَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ كَانُوا يَمُدُّونَ الصَّلَاةَ إِلٰى قَرِيبِ طُلُوعِ الْفَجْرِ، وَالظَّاهِرُ مِنْ مَجْمُوعِ الْآثَارِ أَنَّ هٰذَا يَكُونُ مِنْهُمْ فِي بَعْضِ اللَّيَالِي دُونَ بَعْضٍ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، لِمَا ذَكَرْنَا مِنْ حَدِيثِ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ بِهِمْ فِي الْعَشْرِ لَيْلَةً إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ، وَلَيْلَةً إِلٰى أَنْ خَافُوا فَوَاتَ السَّحُورِ، وَلَمَّا لَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ فِي بَعْضِ اللَّيَالِي اعْتَذَرَ إِلَيْهِمْ بِأَنَّهُ خَشِيَ أَنْ يُفْرَضَ عَلَيْهِمْ»[2] "ان تمام آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین نماز (تراویح) کو فجر کے قریب تک پڑھتے تھے؛ اور مجموعی آثار سے (یہ بھی) ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بعض راتوں میں ہوتا تھا نہ کہ ہمیشہ، اور ممکن ہے کہ یہ آخری عشرے میں ہوتا ہو، جیسا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہم نے ذکر کی کہ نبی ﷺ نے ان کو رمضان کے آخری عشرے کی راتوں میں کبھی آدھی رات تک نماز پڑھائی اور کبھی اتنی دیر تک کہ انھیں سحری کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو گیا، اور جب آپ ﷺ ایک

---

[1] مصنف عبد الرزاق (۲۶۳/۴، حدیث نمبر: ۷۷۴۰)، مصنف ابن ابی شیبہ (۱۶۵/۲، حدیث نمبر: ۷۷۰۷) اس اثر کی سند صحیح ہے۔

[2] الدرر السنية في الأجوبة النجدية (۳۶۸/۴)

رات ان کے پاس نہ آئے تو آپ نے ان سے معذرت کی کہ آپ کو خوف تھا کہ یہ نماز ان پر فرض نہ ہو جائے“۔

شیخ البانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) نے فرمایا: «وَإِذَا دَارَ الأَمْرُ بَيْنَ الصَّلَاةِ أَوَّلَ اللَّيْلِ مَعَ الْجَمَاعَةِ، وَبَيْنَ الصَّلَاةِ آخِرَ اللَّيْلِ مُنْفَرِدًا، فَالصَّلَاةُ مَعَ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ؛ لِأَنَّهُ يُحْسَبُ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ تَامَّةٍ، كَمَا تَقَدَّمَ فِي الْفَقْرَةِ مَرْفُوعًا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَعَلَى ذٰلِكَ جَرَى عَمَلُ الصَّحَابَةِ فِي عَهْدِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ»[1] ”اور جب معاملہ شب کے ابتدائی حصے میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے اور آخری حصے میں انفرادی نماز پڑھنے کے درمیان موازنے کا ہو تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی افضل ہے، کیوں کہ اس سے مکمل رات کا قیام شمار ہوگا، جیسا کہ نبی ﷺ سے مرفوع طور پر ذکر ہوا ہے، اور یہی عمل صحابہ کرام نے عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اختیار کیا تھا“۔

---

[1] قیام رمضان از البانی (ص:۲۶)

عہدِ عمر رضی اللہ عنہ میں نمازِ تراویح کے وقت کی بابت کچھ شبہات اور ان کے جوابات

پہلا شبہ: حسن بصری رحمہ اللہ کے ایک قول سے بعض لوگوں کو اشکال ہوا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ تراویح کی نماز درمیانی رات میں شروع کرتے تھے، حالاں کہ یہ حقیقت نہیں ہے، حقیقت تک رسائی کے لیے پہلے آپ وہ قول ملاحظہ کریں، حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:«إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَرَ أُبَيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَأَمَّهُمْ فِي رَمَضَانَ، فَكَانُوا يَنَامُونَ رُبُعَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُونَ رُبُعَيْهِ، وَيَنْصَرِفُونَ بِرُبُعٍ لِسُحُورِهِمْ وَحَوَائِجِهِمْ، وَكَانَ يَقْرَأُ بِهِمْ خَمْسَ آيَاتٍ وَسِتَّ آيَاتٍ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، وَيُصَلِّي بِهِمْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَفْعًا يُسَلِّمُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُرَوِّحُهُمْ قَدْرَ مَا يَتَوَضَّأُ الْمُتَوَضِّئُ وَيَقْضِي حَاجَتَهُ»[1] ’’عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ کو (رمضان میں لوگوں کی امامت کا) حکم دیا۔آپ نے رمضان میں ان کی امامت کی۔ وہ لوگ رات کے ایک چوتھائی حصے میں سوتے، دو چوتھائی میں قیام کرتے، اور پھر سحور اور اپنی ضروریات کے لیے ایک چوتھائی حصہ چھوڑ دیتے۔ اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ ہر رکعت میں پانچ یا چھے آیات پڑھتے، اور وہ لوگوں کو اٹھارہ جوڑ (یعنی ۳۶ رکعتیں) اس طرح پڑھاتے کہ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے۔ نماز کے دوران انھیں اتنی دیر کا وقفہ دیتے جتنی دیر میں وضو کرنے والا وضو اور قضائے حاجت کر لے‘‘۔

---

[1] مختصر قیام اللیل از مروزی (ص: ۲۲۳)

اس اثر کے ظاہری الفاظ بتا رہے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ رات کے پہلے چوتھائی حصے میں سو جاتے تھے، پھر درمیانی رات کے دو چوتھائی میں قیام کرتے، اور آخری چوتھائی کو تناول سحری کے لیے چھوڑ دیتے۔

لیکن اس اثر کے تعلق سے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ تلاشِ بسیار کے باوجود مجھے اس کی سند نہ مل سکی، مروزی رحمہ اللہ کی کتاب قیام اللیل کے اختصار میں یہ اثر بے سند ہی منقول ہے، نیز یہ اثر حسن بصری اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے، کیوں کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے عمر رضی اللہ کا زمانہ نہیں پایا ہے، جیسا کہ حافظ صلاح الدین علائی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۱ھ) نے فرمایا: «وُلِدَ لِسَنَتَيْنِ بَقِيَتَا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَرِوَايَتُهُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مُرْسَلَةٌ بِلَا شَكٍّ»[1] ''خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کے دو سال باقی رہتے آپ کی پیدائش ہوئی۔ بنا بریں ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے آپ کی روایت بلاشک مرسل ہے''۔

اس اثر میں مذکور بات کو اگر صحیح بھی مان لیا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دورِ عمر میں لوگ عشا کے بعد سو جاتے تھے، پھر اٹھنے کے بعد قیام کرتے تھے، کیوں کہ حسن بصری رحمہ اللہ کے اس قول کی وضاحت آپ ہی کا ایک دوسرا قول کر رہا ہے، آپ نے فرمایا: «كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ الْعِشَاءَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ رُبْعَ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ يَقُومُونَ الرُّبُعَ الثَّانِي، ثُمَّ يَرْقُدُونَ رُبْعَ اللَّيْلِ، وَيُصَلُّونَ فِيمَا بَيْنَ ذٰلِكَ»[2] ''لوگ رمضان کے مہینے میں عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان

---

[1] جامع التحصیل في أحكام المراسيل (ص: ۱۶۲، ترجمہ نمبر: ۱۳۵)

[2] مختصر قیام اللیل از مروزی (ص: ۲۲۵)

رضی اللہ عنہما کے دور میں نمازِ عشا رات کے پہلے چوتھائی حصے میں پڑھتے تھے، پھر دوسرے چوتھائی حصے میں قیام کرتے، اس کے بعد رات کے چوتھائی حصے میں آرام کرتے، اور ان اوقات کے درمیان نماز پڑھتے تھے"۔

اس اثر سے معلوم ہوا کہ لوگ عہد عمر و عثمان میں پہلے چوتھائی حصے میں نمازِ عشا پڑھ کر فوراً قیام شروع کر دیتے تھے جو کہ دوسرے چوتھائی حصے تک چلتا تھا پھر آخری چوتھائی میں سو جاتے تھے۔ گویا کہ حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ قول ان کے پہلے قول کی تفسیر و توضیح ہے، کیوں کہ پہلے قول میں مطلقاً بیان ہوا کہ وہ لوگ ایک چوتھائی میں سوتے تھے اور دو چوتھائی میں قیام کرتے تھے، لیکن اس قول میں ان چوتھائی حصوں کی تعیین نہیں ہے کہ کس چوتھائی میں سوتے اور کس میں قیام کرتے تھے، سو اس کی توضیح اس دوسرے قول میں آگئی کہ پہلی دو چوتھائیوں میں نمازِ عشا اور نمازِ تراویح پڑھتے اور آخری چوتھائی میں سوتے تھے۔

کچھ یہی حال حسن بصری رحمہ اللہ کے اس قول کا بھی ہے جس کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی مصنف میں ذکر کیا ہے کہ ابو المعتمر سلیمان بن طرخان تیمی رحمہ اللہ نے حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا: «أَيَّ سَاعَةٍ أَقُومُ بِهِمْ؟» "میں لوگوں کو کس وقت نماز پڑھاؤں؟" تو آپ نے فرمایا: «انْظُرْ أَرْفَقَ ذٰلِكَ بِالْقَوْمِ»[1] "جس وقت لوگوں کے لیے قیام زیادہ آسان سمجھو"۔

آپ کے اس قول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ رحمہ اللہ اخیر رات میں باجماعت قیام اللیل کا اختیار دے رہے ہیں، بلکہ آپ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ تم خود دیکھو کہ لوگوں کے لیے قیام کب آسان ہوتا ہے؟ اس کا جواب سادہ سا یہ ہے کہ لوگوں کے لیے باجماعت قیام

---

(1) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۶۵/۲، حدیث نمبر: ۷۷۱۰)

ابتدائی شب میں آسان ہوتا ہے، اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عمر رضی اللہ عنہ کی فہم تھی، لہذا مخاطب کے لیے آپ کا جواب گویا یہ تھا کہ ابتدائی شب میں لوگوں کے لیے اکٹھے ہو کر قیام آسان ہوتا ہے تو لوگوں کو ابتدائی شب ہی میں نماز پڑھاؤ۔

اس بات کی تاکید عمران بن حدیر رحمہ اللہ سے آپ کی کہی ہوئی بات سے ہوتی ہے، عمران بن حدیر کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کے پاس ایک شخص کو بھیج کر ان سے سوال پوچھا کہ کیا رمضان میں عشا کی نماز کے بعد ہم اپنے گھروں کو جا کر سو جائیں پھر اٹھ کر قیام کریں؟ تو آپ نے فرمایا: «لَا، صَلَاةُ الْعِشَاءِ ثُمَّ الْقِيَامُ» ”نہیں، عشا کی نماز پھر (فوراً) قیام“[1]۔

اس اثر کی روشنی میں اگر ابوالمعتمر سے کہی ہوئی بات کی وہ تفسیر نہ کی جائے جو میں نے اوپر ذکر کی تو اس سے حسن بصری رحمہ اللہ کے اقوال میں تعارض لازم آئے گا۔

دوسرا شبہ: یہ ہے کہ صحابہ کرام کو ایک امام کے پیچھے اکٹھا کرنے کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول «نِعْمَ البِدْعَةُ هَذِهِ» (یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے) کا مطلب بعض اہل علم نے یہ لیا ہے کہ آپ نے اول رات میں چوں کہ صحابہ کرام کو نمازِ تراویح پڑھنے کے لیے اکٹھا کیا اس لیے اسے بدعت قرار دیا، جیسا کہ ابن الحاج رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۷ھ) نے فرمایا: «إِنَّمَا عَنَى بِذٰلِكَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ أَحَدَ أَمْرَيْنِ: أَحَدُهُمَا: جَمْعُهُمْ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ. الثَّانِي: أَنْ يَكُونَ أَرَادَ بِذٰلِكَ قِيَامَهُمْ أَوَّلَ اللَّيْلِ دُونَ آخِرِهِ. وَأَمَّا الْفِعْلُ فِي نَفْسِهِ فَهُوَ سُنَّةٌ لَا يُخْتَلَفُ فِيهِ»[2] ”عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول سے- واللہ اعلم- دو میں سے ایک بات

---

[1] مختصر قیام اللیل از مروزی (ص: ۲۲۵)

[2] المدخل از ابن الحاج (۲/۲۹۱-۲۹۰)

مرادلی ہے: پہلی یہ کہ انھیں ایک قاری کے پیچھے اکٹھا کر دینا۔ دوسری یہ کہ آپ نے اخیر رات کی بجائے اول رات میں ان کے قیام کو مراد لیا ہو۔ کیوں کہ جہاں تک فی نفسہ فعل (یعنی نمازِ تراویح پڑھنے) کی بات ہے تو وہ بلا اختلاف ایک سنت ہے“۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی١١٧٦ھ) نے فرمایا:«وزادت الصَّحَابَة وَمن بعدهمْ فِي قيام رَمَضَان ثَلَاثَة أَشْيَاء: الِاجْتِمَاع لَهُ فِي مَسَاجِدهمْ، وَذَٰلِكَ لِأَنَّهُ يُفِيد التَّيْسِير على خاصتهم وعامتهم، وأداؤه فِي أول اللَّيْل مَعَ القَوْل بِأَن صَلَاة آخر اللَّيْل مَشْهُودَة وَهِي أفضل، كَمَا نبه عمر رَضِي الله عَنهُ، لهَذَا التَّيْسِير الَّذِي أَشَرنَا إِلَيْهِ»[1]”صحابہ کرام اور ان کے بعد کے لوگوں نے قیامِ رمضان میں تین چیزوں کا اضافہ کیا: مسجدوں میں قیام رمضان کے لیے اکٹھا ہونا، کیوں کہ یہ ہر خاص وعام کو آسانی کا فائدہ دیتا ہے۔ شروع رات میں اسے ادا کرنا،اس آسانی کی وجہ سے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا، حالاں کہ وہ لوگ اخیر رات میں نماز کی افضلیت کے قائل تھے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا“۔

اسی طرح عبداللہ بن یوسف جدیع حفظہ اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے قول«نِعمَ البِدعَةُ هذه» سے بدعت حسنہ کے ثبوت پر استدلال کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا:«ولا يصحُّ التَّشويشُ بقولِ عُمرَ رضي الله عنهُ في شأنِ صلاةِ التَّراويحِ: نِعمَ البِدعَةُ هذه، فإنَّه لا يُستقبحُ لفظُ (البِدعةِ) لِذاتِه، وإنَّما العبرَةُ بمعناهُ، والَّذي وقعَ من عُمر رضي الله عنهُ جميعُه لهُ أصلٌ في الشَّرعِ، فإنَّ من تأمَّل القصَّةَ الَّتي قال فيها عُمرُ ذلكَ وجدَهَا بيِّنَةً في أنه أرادَ تقديمَ صلاةِ التَّروايحِ بعد صلاَةِ العشاءِ، فهذا لم يفعلْهُ رسولُ الله ﷺ بالنَّاسِ في عهدِه، إنَّما خرجَ فصلَّى بهِم بعضَ اللَّيالي من آخرِ اللَّيلِ، وهذا الَّذي أحدثهُ

[1] حجة الله البالغة(٢/٢٩)

عُمرُ رضي الله عنه له أصلٌ في الشَّرِعِ وإنْ لم تكُن صُورتُه موجودَةً على عهدِ التَّشريعِ، وهوَ كونُ جميعِ اللَّيلِ وقتًا للصَّلاةِ فيهِ من بعدِ العشاءِ إلى الفجرِ، فكانتِ المصلحَةُ المقتضيةُ نفعَ النَّاسِ أن يجعلهَا لهُم من أوقاتِ اللَّيلِ بعد العشاء، لأنه أيسر عليهم، وإن كان فعلها في آخر الليل أفضلَ، ولهذا قال مُنبِّهًا على هذا المعنى: نِعم البِدعةُ هذهِ، والَّتي ينامونَ عنهَا أفضلُ من الَّتي يقومونَ، يُريدُ آخرَ الَّليلِ، وكانَ النَّاسُ يقومونَ أوَّلَهُ [أخرجه البُخاريُّ].

فتسميةُ عُمر لهذا الفعلِ (بِدعة) محصورٌ بتقديمِ الصَّلاةِ أوَّل اللَّيلِ، وحيثُ إنَّ النَّبيَّ ﷺ لم يفعلهُ كذلكَ فهو مُحدثٌ من هذا الوجهِ، فهذا التَّقديمُ ليس لهُ مثالٌ سابقٌ على صفتهِ من الفعلِ النَّبويِّ، لكنْ لهُ مثالٌ سابقٌ من جهةِ صحَّتِه في هذا الوقتِ من حيثُ الجُملَةُ، وهذه الصُّورةُ لا يصلحُ أن تُلحقَ بالبِدعِ الشَّرعيَّةِ»[1]"تراویح کی نماز کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کے قول "نِعمَ البِدعَةُ هذه" سے (بدعت حسنہ کے جواز کی) تشویش پیدا کرنا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ لفظ "بدعت" بذاتِ خود قابل اعتراض نہیں ہے، بلکہ اس کا اعتبار اس کے معنی پر منحصر ہے۔ (نمازِ تراویح کی بابت) عمر رضی اللہ عنہ کا جو بھی عمل تھا اس کی شرع میں کوئی نہ کوئی اصل موجود ہے۔ چناں چہ جو شخص بھی اس واقعے پر غور وفکر کرے گا جس کے تعلق سے عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا تو وہ واضح طور پر پائے گا کہ ان کا مقصد تراویح کی نماز کو عشا کے بعد متعین کرنا تھا، کیوں کہ یہی وہ عمل تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور میں صحابہ کے ساتھ نہیں کیا تھا، بلکہ آپ ﷺ نے بعض راتوں میں لوگوں کے ساتھ آخری وقت میں نماز پڑھی تھی۔

---

[1] تیسیر علم أصول الفقه از عبداللہ بن یوسف جدیع (ص: ۲۴۶-۲۴۷)

نیز عمر رضی اللہ عنہ کے ایجاد کردہ اس عمل کی اصل شریعت میں موجود تھی، اگرچہ اس کی صورت زمانۂ تشریع میں موجود نہیں تھی، اور وہ اصل یہ تھی کہ عشا سے لے کر فجر تک پوری رات قیام اللیل کا وقت ہے۔ لیکن لوگوں کے فائدے کی خاطر مصلحت کا تقاضا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ اسے رات کے اوقات میں عشا کے بعد رکھیں، کیوں کہ یہ لوگوں کے لیے زیادہ آسان تھا، اگرچہ اسے اخیر رات میں پڑھنا بہتر تھا، اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "یہ ایک بہترین ایجاد ہے، ہاں رات کا وہ وقت جس میں یہ سوتے ہیں اس وقت سے بہتر ہے جس میں یہ قیام کرتے ہیں"، یعنی رات کا آخری حصہ۔ اور لوگ رات کے ابتدائی حصے ہی میں قیام کرتے تھے۔

لہذا عمر رضی اللہ عنہ کا اس عمل کو بدعت کہنا محض نمازِ تراویح کو شروع رات میں مقدم کرنے پر محصور تھا، اور چوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو ایسے نہیں کیا تھا تو بایں طور یہ ایک نئی صورت تھی، یعنی تراویح کو مقدم کرنے کی کوئی ایسی مثال نبی ﷺ کے عمل سے نہیں تھی، تاہم اجمالی طور پر اس وقت میں نمازِ تراویح کے درست ہونے کی مثال تھی، بنابریں اسے شرعی بدعت میں شمار نہیں کیا جاسکتا"۔ اھ

ان مذکورہ اقوال سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ شروع رات میں تراویح ایک نئی بات تھی جس کی ابتدا عہدِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی، حالاں کہ یہ بات درست نہیں ہے، کیوں کہ گزشتہ سطور میں صحابہ کرام کی احادیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو جب رمضان المبارک میں باجماعت نمازِ تراویح پڑھائی تو اول رات ہی میں پڑھائی تھی، لہذا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مقصد اول شب میں انھیں اکٹھا کرنا ہر گز نہیں ہو سکتا، بلکہ آپ کے قول کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ آپ نے یہ بات تسلسل کے

ساتھ پورے مہینے باجماعت نمازِ تراویح کو پابندی سے پڑھنے کے تعلق سے کہی، جیسا کہ برہان الدین ابراہیم ابن فرحون رحمہ اللہ (متوفی ۸۱۴ھ) نے عبد الحق کا قول نقل کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے فرمایا: «يَعْنِي بِالْبِدْعَةِ: جَمْعَهُمْ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ؛ لِأَنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ يُصَلُّونَ أَوْزَاعًا، فَجَمَعَهُمْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ، فَهٰذَا الْجَمْعُ هُوَ الْبِدْعَةُ لَا الصَّلَاةُ. فَإِنْ قِيلَ: قَدْ صَلَّى بِهِمْ ﷺ ثُمَّ تَرَكَ، فَكَيْفَ يُجْعَلُ جَمْعُهُمْ بِدْعَةً، فَيُقَالُ؛ لَمَّا فَعَلَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ثُمَّ تَرَكَ فَتَرْكُهُ السُّنَّةُ، وَصَارَ جَمْعُهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ بِدْعَةً حَسَنَةً. وَأَجَابَ سَنَدٌ: بِأَنَّهُ أَرَادَ بِالْبِدْعَةِ جَمْعَهُمْ مُوَاظَبَةً فِي الْمَسْجِدِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ، لَا أَصْلَ الصَّلَاةِ، أَمَّا قِيَامُ رَمَضَانَ فَكَانَ مَشْرُوعًا كَمَا بَيَّنَّا، بَلْ كَانَ قِيَامُ اللَّيْلِ بَيْنَهُمْ مُعْتَادًا فَضْلًا عَنْ رَمَضَانَ، أَلَا تَرَى إِلَى قَوْلِ عُمَرَ "وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ"، فَخَيْرُ قِيَامٍ صَلَاةُ آخِرِ اللَّيْلِ، فَلَمْ تَتَحَقَّقْ الْبِدْعَةُ فِي ذٰلِكَ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ بِالنَّاسِ، إِلَّا أَنَّهُ مَا وَاظَبَ، خَشْيَةَ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْهِمْ، فَعَقَلُوا أَنَّ التَّرْكَ إِنَّمَا هُوَ لِأَجْلِ الْعِلَّةِ الْمَذْكُورَةِ، فَلَمَّا زَالَتْ بِأَمْنِهِمْ تَجَدُّدَ الْأَحْكَامِ بَعْدَ وَفَاتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَعَلُوا مَا عَلِمُوا أَنَّهُ كَانَ مَقْصُودَهُ، فَوَقَعَتِ الْمُوَاظَبَةُ فِي الْجَمْعِ بِهِمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمْرًا لَمْ يَكُنْ، فَسُمِّيَتْ بِذٰلِكَ بِدْعَةً، إِلَّا أَنَّ لَهَا أَصْلًا فِي الْجَوَازِ، عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، فَلَمْ تَكُنْ فِي الْحَقِيقَةِ بِدْعَةً»[1] "عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت سے مراد ایک ہی قاری کے پیچھے انھیں جمع کرنے کو لیا ہے؛ کیوں کہ اس سے پہلے وہ لوگ الگ الگ نماز پڑھتے تھے، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں ایک قاری پر جمع کر دیا، تو یہ جمع کرنا ہی بدعت ہے، نماز نہیں۔ پھر اگر یہ کہا جائے کہ نبی ﷺ نے انھیں نماز پڑھائی تھی پھر ترک کر دیا تھا، تو پھر انھیں جمع کرنے کو بدعت کیسے کہا جا سکتا ہے؟ تو کہا جائے گا کہ جب نبی ﷺ نے یہ عمل کیا

---

[1] المسائل الملقوطة من الكتب المبسوطة (ص:۱۸۶-۱۸۷)۔ نیز دیکھیے: مواهب الجليل في شرح مختصر خليل (۲/۷۰)

پھر ترک کر دیا، توآپ کا ترک کرنا ہی سنت ہے، پھر اس کے بعد انھیں جمع کرنا بدعت حسنہ بن گیا۔ اور سندنے یہ جواب دیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت سے مراد اول رات میں تسلسل کے ساتھ انھیں ایک ہی قاری کے پیچھے اکٹھا کرنے کو لیا ہے، نہ کہ اصل نماز کو۔ کیوں کہ رمضان کا قیام تو مشروع ہی تھا، جیسا کہ ہم نے بتایا، بلکہ رمضان کے علاوہ بھی راتوں کا قیام ان کا معمول تھا۔ کیا آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کے قول: "جس وقت یہ سوتے ہیں وہ (نماز کا) افضل وقت ہے" پر غور نہیں کیا؟! یعنی بہترین قیام رات کا قیام ہے، تو اس میں کوئی بدعت کی بات نہیں، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا تھا، لیکن وہ اس پر مستقل نہیں رہے، تاکہ لوگوں پر فرض نہ ہو جائے، اور صحابہ کو معلوم تھا کہ آپ کا (باجماعت نمازِ تراویح) ترک کرنا صرف اس خوف سے تھا کہ یہ فرض نہ ہو جائے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد نئے احکام کی مشروعیت کے اندیشے سے صحابہ کرام کے مامون ہونے پر یہ خوف ختم ہو گیا تو انھوں نے وہی کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد تھا۔ چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان کو تسلسل کے ساتھ جمع کرنا ایسا کام تھا جو پہلے نہیں تھا، اس لیے اسے بدعت کہا گیا۔ لیکن چوں کہ اس کے جواز کی اصل موجود تھی، جیسا کہ ہم نے اس کی وضاحت کی ہے، تو حقیقت میں یہ بدعت نہیں تھی''۔

اسی طرح محمد امیر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۳۲ھ) نے فرمایا: «وَقَوْلُ عُمَرَ: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ، أَرَادَ الْجَمْعَ مُوَاظَبَةً فِي الْمَسْجِدِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ، لَا أَصْلَ الصَّلَاةِ، فَإِنَّهَا مَشْرُوعَةٌ بِفِعْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَإِنَّمَا تَرَكَ خَشْيَةَ أَنْ تُفْرَضَ، وَلَمَّا أَمِنُوا ذٰلِكَ بِوَفَاتِهِ فَعَلُوا مَا كَانَ مَقْصُودَهُ»[1] ''عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول: ''یہ ایک اچھی بدعت

---

[1] ضوء الشموع شرح المجموع في الفقه المالكي (۴۳۲/۱)

ہے“ سے مراد رات کے آغاز میں مسجد میں ایک ہی قاری کے پیچھے جمع کرنے کو لیا ہے، نہ کہ اصل نماز کو۔ کیوں کہ اصل نماز تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے مشروع تھی، لیکن آپ نے اسے اس خوف سے ترک کر دیا کہ کہیں فرض نہ ہو جائے۔ پھر جب آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرام فرضیت کے خوف سے مامون ہو گئے تو انھوں نے وہی کیا جو آپ کو مقصود تھا“۔

اسی طرح ابن باز رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) نے فرمایا: «نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ» مِنْ حَيْثُ اللُّغَةُ: أَحْدَثَهَا مِنْ غَيْرِ مِثَالٍ سَابِقٍ، {بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ}. وَكَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ أَوْزَاعًا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، وَصَلَّوْا ثَلَاثَ لَيَالٍ مَعَهُ ﷺ، فَهِيَ سُنَّةٌ حَيْثُ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرَعَ أَصْلَهَا، وَمِنْ حَيْثُ إِنَّهُ لَمْ يُوَاظِبْ عَلَيْهَا قَالَ عُمَرُ: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ»[1] “"نعمت البدعة" (بدعت) کا لغوی معنی ہے: کوئی شخص کسی چیز کو بغیر کسی سابق مثال ایجاد کرے، جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: {بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ} (اللہ آسمانوں اور زمینوں کا آغاز کرنے والا ہے)۔ چناں چہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے دور میں الگ الگ مختلف جماعتوں میں نمازِ (تراویح) پڑھتے تھے، پھر انھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ تین راتوں تک نماز پڑھی تو یہ عمل اس لحاظ سے سنت ہے کہ نبی ﷺ نے اس کا آغاز کیا تھا، لیکن چوں کہ آپ ﷺ نے اس پر ہمیشگی نہیں برتی تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ» یہ ایک اچھی نئی بات ہے“۔

تیسرا شبہ: عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تراویح کے لیے رات کا آخری حصہ شروع کے حصے سے بہتر ہے۔ کچھ علما نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کا بہترین وقت بھی رات کا آخری حصہ ہے۔ لیکن دراصل عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ

---

[1] الحلل الإبريزية من التعليقات البازية على صحيح البخاري (۱۶۵/۲)

لوگ عشا کے بعد تراویح شروع کریں اور اسے لمبا کریں یہاں تک کہ وہ آخری رات تک پہنچ جائے، تاکہ انھیں رات کے آخری حصے میں نماز پڑھنے کا ثواب بھی ملے۔ علمانے آپ کے قول سے یہی مطلب سمجھا ہے۔ چناں چہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) نے فرمایا: «يُحْمَلُ قَوْلُ عُمَرَ عَلَى التَّرْغِيبِ فِي الصَّلَاةِ آخِرَ اللَّيْلِ لِيُوَاصِلُوا قِيَامَهُمْ إِلٰى آخِرِ اللَّيْلِ، لَا أَنَّهُمْ يُؤَخِّرُونَهَا، وَلِهٰذَا أَمَرَ عُمَرُ مَنْ يُصَلِّي بِهِمْ أَوَّلَ اللَّيْلِ»[1] ''عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو اخیر رات میں نماز پڑھنے کی ترغیب پر محمول کیا جائے گا، تاکہ لوگ آخری رات تک اپنے قیام کو جاری رکھیں، نہ کہ اس کو آخری رات کے لیے موخر کریں، اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھانے والوں کو شروع رات میں نماز پڑھانے کا حکم دیا''۔

اسی طرح انور شاہ کشمیری (متوفی ۱۳۹۵ھ) نے فرمایا: «وَأَقُولُ: إِنَّ مَرَادَ قَوْلِ عُمَرَ إِنَّكُمْ اخْتَرْتُمُ النَّوْمَ آخِرَ اللَّيْلِ، وَلَوْ كُنْتُمْ أَطَلْتُمُ التَّرَاوِيحَ إِلٰى آخِرِ اللَّيْلِ لَكَانَ أَوْلَى وَأَفْضَلَ»[2] ''میں کہتا ہوں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا مقصد یہ ہے کہ تم لوگوں نے رات کے آخری حصے میں نیند کو ترجیح دی ہے، لیکن اگر تم لوگ تراویح کو رات کے آخر تک لمبی کرتے تو یہ زیادہ بہتر اور مناسب ہوتا''۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے قول کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اگر تنہا آخری وقت میں تراویح کی نماز پڑھیں تو بہتر ہے، کیوں کہ وہ افضل وقت ہے، نہ یہ کہ لوگ جماعت کے ساتھ آخری وقت میں اس کا اہتمام کریں، اور اگر ایسا ہوتا تو آپ آخری وقت ہی میں اس نماز کو شروع کرنے کا حکم دیتے۔ اسی وجہ سے سلف صالحین کے اقوال اور افعال سے معلوم ہوتا ہے

---

[1] بدائع الفوائد از ابن قیم الجوزیہ (۱۱۰/۴)

[2] العرف الشذي شرح سنن الترمذي (۲۱۰/۲)

کہ ان میں سے اگر بعض کسی وجہ سے تنہا قیام اللیل کرتے تھے تو آخری وقت کو اس کی عمومی افضلیت کی بناپر منتخب کرتے تھے، لیکن اگر جماعت کے ساتھ اہتمام کرتے تھے تو عشا کی نماز کے فوراً بعد ہی ادا کرتے تھے۔

یہاں ایک بات یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ اگرلوگ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ آخری وقت میں جماعت کے ساتھ تراویح کی نماز پڑھنی افضل ہے تو اس افضلیت کو مکمل ماہ رمضان میں حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی جاتی، صرف آخری عشرے کی طاق راتوں ہی میں اس کا خیال کیوں آتا ہے؟ نیز یہ خیال کیا قرون اولیٰ کے لوگوں کو نہیں آیا؟! حالاں کہ وہ لوگ تقوی، علم اور عمل میں ہم سے بڑھ کر تھے۔

چوتھا شبہ: موطا امام مالک میں سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا ایک اثر ہے کہ آپ نے فرمایا: «كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُوتِرُ آخِرَ اللَّيْلِ»[1] "عمر رضی اللہ عنہ رات کے آخر میں وتر کی نماز پڑھتے تھے"۔ عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے استدلال کرتے ہوئے بعض اہل علم نے کہا کہ باجماعت تراویح کے لیے بھی یہی وقت افضل ہے۔ حالاں کہ اس اثر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ آخری وقت میں نمازِ تراویح پڑھتے تھے، بلکہ اس میں نمازِ وتر پڑھنے کی بات ہے۔ اور اگر بالفرض اس سے نمازِ تراویح مراد لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ انفرادی طور پر نمازِ تراویح پڑھتے تھے، جیسا کہ انور شاہ کشمیری (متوفی ۱۳۹۵ھ) نے فرمایا: «وَأَمَّا ما فِي مُوَطَّإِ مالِكٍ أَنَّ عُمَرَ كانَ يُصَلِّي التَّراوِيحَ آخِرَ اللَّيْلِ، فَمُرادُهُ أَنَّهُ إِذا لَمْ يُصَلِّ مَعَ الجَماعَةِ أَوَّلَ اللَّيْلِ»[2] "جہاں تک بات ہے موطا مالک میں موجود اثر کی کہ عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] موطا امام مالک (حدیث نمبر: ۲۶۹)

[2] العرف الشذي شرح سنن الترمذي (۲/۲۱۰)

رات کے آخری حصے میں تراویح پڑھتے تھے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ رات کے پہلے حصے میں جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھ پاتے تھے (تو پھر رات کے آخر میں تراویح پڑھ لیتے تھے)''۔

ورنہ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ثابت ہے کہ آپ نے اول رات میں ہو رہی با جماعت تراویح میں بھی شرکت فرمائی ہے، جیسا کہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۰ھ) نے فرمایا: «وَقَدْ جَاءَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي الْجَمَاعَةِ»[1] ''عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ باجماعت نمازِ (تراویح) پڑھتے تھے''۔

پانچواں شبہ: ابن عبدالبر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے فرمایا: «وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ طاوس قال: سمعت ابن عَبَّاسٍ يَقُولُ: دَعَانِي عُمَرُ أَتَغَدَّى عِنْدَهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ -يَعْنِي السَّحُورَ-، فَسَمِعَ هَيْعَةَ النَّاسِ حِينَ انْصَرَفُوا مِنَ الْقِيَامِ، فَقَالَ عُمَرُ: أَمَا إِنَّ الَّذِي بَقِيَ مِنَ اللَّيْلِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا مَضَى مِنْهُ.

وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ قِيَامَهُمْ كَانَ أَوَّلَ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَعَلَهُ عُمَرُ فِي آخِرِ اللَّيْلِ، فَلَمْ يَزَلْ كَذَٰلِكَ فِي مَعْنَى مَا ذَكَرَ مَالِكٌ إِلَى زَمَانِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، قَالَ: كُنَّا نَنْصَرِفُ فِي رَمَضَانَ فَنَسْتَعْجِلُ الْخَدَمَ بِالطَّعَامِ مَخَافَةَ الْفَجْرِ»[2]۔

ترجمہ: ابن عیینہ نے ابراہیم بن میسرہ سے، انھوں نے طاوس سے روایت کی کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا: مجھے عمر رضی اللہ نے ماہ رمضان میں (یعنی وقت سحر) کھانے پر مدعو کیا، (اسی درمیان) آپ نے قیام سے فارغ ہو کر نکلنے والوں کی

---

[1] المغنی (۱۲۳/۲)

[2] الاستذکار (۶۶/۲)

آواز سنی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”رات کا باقی حصہ گزرے ہوئے حصے سے مجھے زیادہ محبوب ہے“۔

ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اس اثر میں دلیل ہے کہ اس وقت لوگوں کا قیام شروع رات میں ہوتا تھا، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رات کے آخری حصے میں کر دیا، امام مالک رحمہ اللہ کی ذکر کردہ روایت کے مطابق پھر ایسا ہی ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمہ اللہ کے زمانے تک رہا، کیوں کہ آپ نے فرمایا: ”ہم رمضان میں جب قیام سے فارغ ہوتے تھے تو طلوعِ فجر کے اندیشے کی بنا پر خادموں کو جلدی کھانا لانے کے لیے کہتے تھے“۔

اس اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر سے استدلال کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بعد میں لوگوں کو آخری رات میں قیام کرنے کے لیے کہہ دیا تھا، اور یہ سلسلہ ابو بکر بن حزم رحمہ اللہ کے زمانے تک چلتا رہا۔

اس پر میری چند گزارشات ہیں:

پہلی بات یہ کہ اس سلسلے میں ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر سے استدلال درست نہیں ہے، کیوں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر میں یہ صراحت نہیں ہے کہ لوگوں نے قیام کب شروع کیا تھا، بلکہ صرف اتنا ہے کہ وہ لوگ قیام سے وقتِ سحر فارغ ہوئے، تو صرف وقتِ سحر قیام سے فارغ ہونے کی خبر کی بنا پر کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے انھیں آخری رات میں قیام شروع کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس بات کا بھی تو احتمال ہے کہ انھوں نے رات کے ابتدائی حصے میں قیام شروع کیا ہو اور اتنا لمبا قیام کیا ہو کہ بوقتِ سحر فارغ ہوئے، بلکہ یہی بات اقرب الی الصواب ہے، کیوں کہ اس زمانے میں لوگ بہت لمبا قیام کرتے تھے، جیسا کہ سائب بن یزید رحمہ اللہ نے فرمایا: «أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ

وَتَمِيمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، قَالَ: فَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِئِينَ، حَتَّى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ، وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلاَّ فِي فُرُوعِ الْفَجْرِ»[1] ''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا۔ چناں چہ قاری سو سو آیتیں پڑھتے تھے، حتی کہ لمبے قیام کی وجہ سے ہم لاٹھیوں پر ٹیک لگا لیتے تھے، اور ہم فجر کے قریب فارغ ہوتے تھے''۔

سائب بن یزید رحمہ اللہ کے اس اثر سے معلوم ہوا کہ عہد عمر میں اکثر لوگ فجر کے قریب ہی قیام سے فارغ ہوتے تھے، اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر سے تاخیر سے قیام کی ابتدا کرنے پر استدلال صریح نہیں ہے۔

مزید یہ کہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کا دعویٰ کہ یہ سلسلہ ابو بکر بن حزم رحمہ اللہ کے زمانے تک چلتا رہا اس کی بھی کوئی صریح دلیل نہیں ہے، کیوں کہ آپ نے اس کے لیے ابو بکر بن حزم رحمہ اللہ کے اس قول سے استدلال کیا ہے: «كُنَّا نَنْصَرِفُ فِي رَمَضَانَ فَنَسْتَعْجِلُ الْخَدَمَ بِالطَّعَامِ مَخَافَةَ الْفَجْرِ» ''ہم رمضان میں جب قیام سے فارغ ہوتے تھے تو طلوعِ فجر کے اندیشے کی بنا پر خادموں کو جلدی کھانا لانے کے لیے کہتے تھے''۔

اس قول کا بھی معاملہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر جیسا ہی ہے، اس میں بھی محض طویل قیام کی بات ہے، قیام کے آخری رات میں شروع کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

دوسری اور اہم بات یہ کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ نے قیام اللیل کے وقت کو تبدیل کرنے کا حکم دیا ہوتا تو اس کی صراحت ہمیں کسی نہ کسی روایت میں ضرور ملتی، اور بعد کے ادوار میں اس پر عمل بھی ہوتا، لیکن ہمیں اس کے برخلاف یہ ملتا ہے کہ قرونِ ثلاثہ میں عشا ہی کے بعد

---

[1] موطا امام مالک (حدیث نمبر: ۳۷۹)

قیام شروع کیا جاتا رہا، حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسی کو سنتِ مسلمین قرار دیا(تفصیل آگے آرہی ہے)۔ کیا علماے قرونِ ثلاثہ سے عمر رضی اللہ عنہ کے تبدیلیٔ حکم کا معاملہ مخفی رہا؟!!

تیسری بات یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر میں ایک بڑا اشکال ہے، وہ یہ کہ اگر لوگ وقتِ سحر قیام سے فارغ ہوئے تھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں کہا: ''رات کا باقی حصہ گزرے ہوئے حصے سے مجھے زیادہ محبوب ہے''۔ کیا ابھی بھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا کہ جس میں قیام کیا جاسکے؟!! اب تو صرف سحری کا وقت تھا۔ اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر اس ناحیے سے بھی تحقیق ضروری ہے۔

چوتھی بات یہ کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے اس استدلال میں میرے علم کے مطابق کسی نے ان کی موافقت نہیں کی ہے۔ بلکہ میرے علم کے مطابق بعد میں آنے والے تمام اہل علم نے یہی ذکر کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تراویح کی شروعات نمازِ عشا ہی کے بعد ہوتی تھی۔

بنابریں اثرِ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قولِ ابو بکر بن حزم سے تاخیر تراویح کے حکم کو عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

چھٹا شبہ: شارحِ موطا ابو الولید سلیمان بن خلف باجی رحمہ اللہ کے کچھ اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کچھ لوگ شروع رات میں تراویح پڑھتے تھے تو کچھ لوگ اخیر رات میں، چناں چہ آپ نے فرمایا: «وَقَوْلُهُ: ”وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِي بُزُوغِ الْفَجْرِ“، وَهِيَ أَوَائِلُهُ، وَأَوَّلُ مَا يَبْدُو مِنْهُ، يَعْنِي بِذٰلِكَ: أَنَّهُمْ كَانُوا لَا يَقْضُونَ صَلَاتَهُمْ لِطُولِ الْقِيَامِ إِلَّا لِقُرْبِ الْفَجْرِ، وَهَذِهِ صَلَاةُ مَنْ كَانَتْ لَهُ قُوَّةٌ عَلَى قِيَامِ آخِرِ اللَّيْلِ. وَقَوْلُ عُمَرَ: ”وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا خَيْرٌ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ“ لِمَنْ كَانَ يَقُومُ أَوَّلَ اللَّيْلِ خَاصَّةً،

وَهٰذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ أَحْوَالَ النَّاسِ كَانَتْ تَخْتَلِفُ: فَمِنْهُمْ مَنْ كَانَ يُصَلِّي أَوَّلَ اللَّيْلِ، وَمِنْهُمْ مَنْ كَانَ يُصَلِّي آخِرَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ كَانَ يُصَلِّي جَمِيعَهُ»[1] ''(سائب بن یزید رحمہ اللہ) کا قول کہ: "ہم (قیام اللیل) سے فجر کے بزوغ ہی میں فارغ ہوتے تھے"، اس میں «بُزُوغُ الفَجْرِ» سے مراد فجر کا ابتدائی حصہ ہے جب کہ فجر کا ظہور شروع ہوتا ہے۔اور اس قول سے آپ کی مراد یہ ہے کہ طوالت کی وجہ سے وہ اپنی نمازِ تراویح صبح کے قریب ہی ختم کرتے تھے، اور یہ ان لوگوں کی نماز ہوتی تھی جنھیں رات کے آخری حصے میں قیام کی طاقت ہوتی تھی، اور عمرؓ کا قول: "اور وہ وقت جس میں لوگ سوتے رہتے ہیں اس سے بہتر ہے جسے وہ رات کے آغاز میں ادا کرتے ہیں" خاص طور پر ان لوگوں کے لیے ہے جو رات کے ابتدائی حصے میں قیام کرتے تھے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ لوگوں کے حالات مختلف تھے: بعض لوگ رات کے ابتدائی حصے میں نماز پڑھتے تھے، بعض آخری حصے میں اور بعض لوگ رات بھر نماز پڑھتے تھے''۔

اسی طرح آپ نے ابو بکر بن عمرو بن حزم رحمہ اللہ کے اثر کے متعلق فرمایا:«هٰذَا لِمَنْ كَانَ يَسْتَدِيمُ الْقِيَامَ إِلَى آخِرِ اللَّيْلِ، أَوْ لِمَنْ كَانَ يَخْتَصُّ آخِرَهُ بِالْقِيَامِ. فَأَمَّا مَنْ قَالَ عَنْهُ عُمَرُ: "وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا خَيْرٌ" فَلَمْ تَكُنْ هَذِهِ حَالَهُمْ، وَهٰذَا يَدُلُّ عَلَى اخْتِلَافِ أَحْوَالِ النَّاسِ فِي ذٰلِكَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ»[2] ''یہ اُس شخص کے بارے میں ہے جو رات کے آخر تک قیام کرتا رہتا ہے، یا جو رات کے آخری حصے کو قیام کے لیے مخصوص کرتا ہے۔ البتہ جن کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "جس وقت یہ سوتے رہتے ہیں ان کے لیے وہ وقت

---

[1] المنتقى شرح الموطأ (٢٠٩/١)

[2] المنتقى شرح الموطأ(٢١٠/١)

بہتر ہے" تو یہ ان کی حالت نہیں تھی (یعنی وہ لوگ تو صرف شروع رات میں قیام کرتے تھے)۔ یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ لوگوں کی حالتیں (قیام کے) بارے میں مختلف تھیں، اللہ بہتر جاننے والا ہے"۔

ابو الولید باجی رحمہ اللہ کے ان دونوں اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سارے لوگ شروع رات میں نمازِ تراویح نہیں پڑھتے تھے، بلکہ کچھ لوگ یا اکثر لوگ[1] شروع رات میں تراویح پڑھتے تھے، تو کچھ لوگ رات کے اخیر میں شروع کرتے تھے۔ اور اس مسئلے کے لیے آپ نے عبد الرحمن بن عبد (قاری) اور سائب بن یزید رحمہم اللہ کے ان ہی آثار پر اعتماد کیا ہے جن سے استدلال کرتے ہوئے ابن عبد البر رحمہ اللہ نے یہ اخذ کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بعد میں نمازِ تراویح کو موخر کرنے کا حکم صادر کر دیا تھا، حالاں کہ جس طرح ابن عبد البر رحمہ اللہ کے اس استدلال کے لیے ان آثار میں کسی قسم کی کوئی صراحت نہیں ہے اسی طرح ابو الولید باجی رحمہ اللہ کے استنباط کے لیے بھی کوئی صراحت نہیں ہے، بلکہ انھوں نے بھی ابن عبد البر رحمہ اللہ کی طرح محض قبل از سحر قیام کے اختتام سے یہ استدلال کیا ہے، اور یوں لگتا ہے کہ آپ نے یہ بات ابن عبد البر رحمہ اللہ ہی سے لی ہے۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ عبد الرحمن بن عبد (قاری) اور سائب بن یزید رحمہم اللہ کے یہ آثار ان کے عہد میں تطویلِ قیام پر دلالت کرتے ہیں، جیسا کہ میں نے بالکل ابتدا میں ذکر کیا۔ اور اہل علم نے بھی ان آثار سے یہی سمجھا ہے، چناں چہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) نے علی

---

[1] جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے فرمایا: «قَوْلُهُ: (وَكَانَ النَّاسُ)، أَيْ: أَكْثَرُهُمْ (يَقُومُونَ أَوَّلَهُ)» "عبد الرحمن بن عبد (قاری) کا قول کہ (لوگ) یعنی اکثر لوگ (شروع رات میں قیام کرتے تھے)"۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۹۷۱/۳)

رضی اللہ عنہ کا ایک اثر ذکر کرنے کے بعد فرمایا:«وَمِمَّا يُسْتَفادُ مِنَ الأَثَرِ المَذْكُورِ: اسْتِحْبابُ تَطْوِيلِ القِراءَةِ فِي التَّراوِيحِ، وَالدَّلِيلُ عَلَيْهِ أَيْضًا: ما رَواهُ مالِكٌ فِي "المُوَطَّإِ"، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهُ قالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقولُ: "كُنَّا نَنْصَرِفُ فِي رَمَضانَ فَنَسْتَعْجِلُ الخَدَمَ بِالطَّعامِ؛ مَخافَةَ الفَجْرِ" أَيْ مَخافَةَ طُلُوعِ الفَجْرِ، وَلَكِنْ هذا كانَ فِي ذٰلِكَ الزَّمانِ، وَكانَتْ لِأَهْلِهِ رَغْبَةٌ فِي كَثْرَةِ العِباداتِ وَإِحْياءِ اللَّيالي، وَفِي زَمانِنا هذا ظَهَرَ الكَسَلُ وَالفُتورُ لِلنَّاسِ فِي العِباداتِ، فَلِلإِمامِ أَنْ يَقْرَأَ فِي التَّراوِيحِ بِحَيْثُ لا يُثَقِّلَ عَلَيْهِمْ وَلا يُؤَدِّيَ إِلى تَنْفيرِهِمْ»[1]''اس مذکور اثر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تراویح میں قرأت لمبی کرنا مستحب ہے۔اس کی دلیل وہ اثر بھی ہے جسے امام مالک نے "موطا" میں عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (ابو بکر بن عمرو بن حزم) سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ہم رمضان میں نمازِ (تراویح) سے فارغ ہو کر خادموں کو جلدی کھانا لانے کے لیے کہتے تھے؛تاکہ فجر کا وقت نہ آجائے۔" یعنی فجر کے طلوع ہونے کا خوف ہوتا تھا۔ لیکن یہ اس دور کی بات تھی جب لوگوں میں عبادات کی رغبت اور راتوں کو(عبادات) سے آباد رکھنے کا جذبہ زیادہ تھا،البتہ ہمارے زمانے میں لوگوں میں عبادات کے حوالے سے سستی اور کاہلی ظاہر ہے، اس لیے امام کو تراویح میں اس انداز سے قرأت کرنی چاہیے کہ یہ لوگوں پر بھاری نہ پڑے اور لوگوں کے دلوں میں نماز کی نفرت کی وجہ نہ بنے''۔

بدر الدین عینی رحمہ اللہ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ انھوں نے ابو بکر بن عمرو بن حزم رحمہ اللہ کے اس اثر سے نمازِ تراویح کو فجر تک طویل کرنے پر استدلال کیا ہے،اور یہی استدلال اس اثر سے ظاہر ہے، پھر آپ کا اس زمانے سے اپنے زمانے کا مقارنہ بھی اسی امر کی تائید کرتا ہے۔

---

[1] نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار(۵/۱۰۴)

بنابریں ایسی کوئی واضح دلیل ہمارے پاس نہیں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے تمام لوگوں کو ایک امام کے پیچھے اکٹھا کرنے کے بعد کچھ لوگ اخیر رات میں باجماعت قیام شروع کرتے ہوں، واللہ اعلم۔

عمر رضی اللہ عنہ کی سنت کے مطابق صحابہ کرام بھی باجماعت نمازِ ابتدائی شب ہی میں ادا کرتے تھے، چناں چہ زید بن وہب رحمہ اللہ نے فرمایا: «كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُصَلِّي بِنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، فَيَنْصَرِفُ بِلَيْلٍ»[1] ''عبد اللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) ماہِ رمضان میں ہمیں نمازِ (تراویح) پڑھاتے تھے، آپ جب فارغ ہوتے تھے تو رات کا حصہ باقی رہتا تھا''۔

عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: «كُنَّا نُصَلِّي، ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُما، فَأُوقِظُهُ، فَيُصَلِّي، فَيَقُولُ لِي: يَا عِكْرِمَةُ هَذِهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا تُصَلُّونَ، مَا تَنَامُونَ مِنَ اللَّيْلِ أَفْضَلُهُ، يَعْنِي: آخِرَهُ»[2] ''ہم نمازِ (تراویح) پڑھ لیتے تھے، پھر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر انھیں جگاتا تھا تب وہ نماز پڑھتے تھے، اور کہتے تھے: عکرمہ! اس وقت (نماز پڑھنا) مجھے اس وقت سے محبوب ہے جب تم لوگ نماز پڑھتے ہو، جس وقت تم سوتے ہو وہ رات کا افضل وقت ہے، ان کی مراد آخری وقت ہے''۔

نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُما يُصَلِّي الْعِشَاءَ فِي الْمَسْجِدِ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ يَنْصَرِفُ، وَنُصَلِّي نَحْنُ الْقِيَامَ، فَإِذَا انْصَرَفْنَا أَتَيْتُهُ، فَأَيْقَظْتُهُ، فَقَضَى وُضُوءَهُ وَتَسْحِيرَهُ، ثُمَّ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ، فَكَانَ فِيهِ حَتَّى يُصْبِحَ»[3] ''عبد اللہ بن

---

(1) مصنف عبد الرزاق (۴/۲۶۴، حدیث نمبر: ۷۷۴۱)، مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۱۶۵، حدیث نمبر: ۷۷۰۰)، المعجم الکبیر از طبرانی (۹/۳۱۷، حدیث نمبر: ۹۵۸۸) سعد بن ناصر شثری نے اس اثر کو صحیح قرار دیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بتحقیق سعد بن ناصر شثری: ۵/۱۵۷)

(2) مختصر قیام اللیل از مروزی (ص: ۲۳۲)

(3) مختصر قیام اللیل از مروزی (ص: ۲۳۲)

عمر رضی اللہ عنہما رمضان میں مسجد میں عشا کی نماز پڑھ کر چلے جایا کرتے تھے، اور ہم لوگ تراویح پڑھتے تھے، پھر جب ہم فارغ ہو جاتے تو میں ان کے پاس جا کر انھیں بیدار کرتا تھا، آپ اپنے وضو اور سحری سے فارغ ہوتے پھر مسجد میں جا کر صبح تک نماز پڑھتے تھے‘‘۔

ان آثار سے بھی پتہ چلتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں باجماعت نمازِ تراویح عشا ہی کے بعد ہوتی تھی، اگرچہ عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس میں شریک نہیں ہوتے تھے، بلکہ اخیر وقت میں تنہا نماز پڑھتے تھے۔ یاد رہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات ٦٧ھ سے ٧٠ھ کے درمیان ہوئی، اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وفات ٧٣ یا ٧٤ھ میں ہوئی ہے۔

ان آثار پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ صحابہ کرام نے اخیر رات میں قیام اللیل کی افضلیت جانتے ہوئے بھی اپنے شاگردوں اور دیگر لوگوں کو شروع رات میں چھوڑ کر اخیر رات میں قیام کرنے کے لیے نہیں کہا، حالاں کہ اگر آپ چاہتے تو آپ کے شاگردان اور اس وقت کے آپ کے متبعین اس عمل کے لیے فوراً راضی ہو جاتے، کیوں کہ وہ زمانہ تقویٰ وللہیت کا زمانہ تھا، لیکن صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی سنت اور عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے عدول کرنا نہیں چاہتے تھے، بلکہ اسی پر باقی رہنے کو مناسب اور افضل سمجھتے تھے۔ اسی بات کو بیان کرتے ہوئے ابو عبد الرحمن بن عیسی باتنی نے کہا: «فهذا ابْنُ عَبّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُما وَغَيْرُهُ كَما تَرى لَمْ يُفَكِّروا فِي أَنَّهُمْ يَجْتَمِعونَ وَيُصَلّونَ جَماعَةً فِي آخِرِ اللَّيْلِ، وَهُمْ أَحْرَصُ النّاسِ عَلَى الخَيْرِ، وَأَوْلى بِهِ مِنْ كُلِّ مَنْ أَرادَهُ بَعْدَهُمْ، فَكَيْفَ يَتَّفِقونَ عَلَى تَرْكِ هَذا الخَيْرِ الَّذِي ظَهَرَ بَعْدَهُمْ، فَلا شَكَّ فِي أَنَّ الَّذِي يُرِيدُ بِنَفْسِهِ البَقاءَ عَلَى الأَثَرِ

أَنْ يَعْتَذِرَ لِكُلِّ مُجْتَهِدٍ، وَأَنْ يَبْقى عَلَى العَهْدِ، وَمَنِ اقْتَدى فَقَدِ اهْتَدى»[1]" جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ وہ آخر شب میں جمع ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں، حالاں کہ وہ سب سے زیادہ خیر کے خواہش مند تھے اور ہر اس شخص سے بڑھ کر خیر کے طلب گار تھے جو ان کے بعد آیا ہے۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ سب اس خیر کے کام کو چھوڑ دیں جو ان کے بعد ظاہر ہوا؟ (یعنی نمازِ تراویح کو اخیر رات کے لیے موخر کرنا)۔ بنا بریں اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص سنت کے مطابق رہنے کی کوشش کرتا ہے اسے ہر مجتہد کے لیے عذر تلاش کر کے اپنے عہد پر قائم رہنا چاہیے، کیوں کہ جو شخص (سلف) کی پیروی کرتا ہے وہی ہدایت پاتا ہے"۔

---

[1] ضياء المصابيح تجلية حكم صلاة التهجد جماعة بعد التراويح (ص:۸۴)

عہدِ تابعین میں

تابعین کے دور میں بھی تراویح کی نماز عشا ہی کے بعد پڑھی جاتی رہی، چناں چہ ابراہیم بن یزید نخعی رحمہ اللہ نے اپنے استاذ اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۵ھ) کے بارے میں فرمایا کہ وہ رمضان میں مغرب و عشا کے درمیان سوتے تھے۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے اس اثر کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: «وَلَعَلَّ مَنْ خَصَّ ذٰلِكَ بِرَمَضانَ رَأَى أَنَّ قِيامَ لَيْلِهِ يُسْتَحَبُّ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، بِخِلافِ سائِرِ الشُّهُورِ؛ فَإِنَّ المُسْتَحَبَّ فِيها التَّهَجُّدُ بَعْدَ هَجْعَةٍ بَعْدَ صَلاةِ العِشاءِ»[1] ''جن لوگوں نے (عشا سے پہلے سونے کی رخصت کو) رمضان کے ساتھ خاص کیا ہے شاید ان کا خیال یہ ہے کہ رمضان کا قیام اللیل ابتدائی شب میں مستحب ہے، دیگر مہینوں کے بر خلاف، کیوں کہ دیگر مہینوں میں نمازِ عشا کے بعد سونا پھر اٹھ کر قیام اللیل کرنا مستحب ہے''۔

ابن رجب رحمہ اللہ کے اس قول سے اشارہ ملتا ہے کہ اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ رمضان المبارک میں عشا سے پہلے اس لیے سوتے تھے تاکہ عشا کے بعد نشاط کی حالت میں نمازِ تراویح ادا کر سکیں۔

اسی طرح ابوالاسود رحمہ اللہ نے فرمایا: «إِنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُصَلِّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ مَعَ النَّاسِ فِي رَمَضَانَ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ إِلٰى مَنْزِلِهِ، وَلَا يَقُومُ مَعَ

---

(1) فتح الباری از ابن رجب (۳۹۳/۴)

النَّاسِ»[1] ''عروہ بن زبیر رحمہ اللہ (متوفی ۹۴ھ) رمضان میں لوگوں کے ساتھ عشا کی نماز پڑھتے تھے، پھر اپنے گھر چلے آتے تھے، اور لوگوں کے ساتھ قیام نہیں کرتے تھے''۔

حسن بن عبید اللہ نخعی نے اپنے استاذ عبد الرحمن بن اسود نخعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۹ھ) کے بارے میں فرمایا: «كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ إِلَى آخِرِهِ يَعْنِي فِي شَهْرِ رَمَضَانَ»[2] ''عبد الرحمن بن اسود انھیں رمضان میں شروع رات سے اخیر رات تک نمازِ (تراویح) پڑھاتے تھے''۔

جلیل القدر تابعی حسن بصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۰ھ) نے بھی نماز تراویح کو عشا کے معاً بعد پڑھنے کا حکم دیا، چناں چہ عمران بن حدیر کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کے پاس ایک شخص کو بھیج کر ان سے سوال پوچھا کہ کیا رمضان میں عشا کی نماز کے بعد ہم اپنے گھروں کو جا کر سو جائیں پھر اٹھ کر قیام کریں؟ تو آپ نے فرمایا: «لَا، صَلَاةُ الْعِشَاءِ ثُمَّ الْقِيَامُ» ''نہیں، عشا کی نماز پھر (فوراً) قیام''[3]۔

یحیی بن ایوب کہتے ہیں کہ میں نے یحیی بن سعید انصاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۴ھ) کو دیکھا کہ وہ رمضان میں امام کے ساتھ مسجد میں عشا کی نماز پڑھتے تھے، پھر گھر چلے جاتے تھے۔ میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا: «كُنْتُ أَقُومُ، ثُمَّ تَرَكْتُ

---

(1) مختصر قیام اللیل از مروزی (ص: ۲۳۲)

(2) مختصر قیام اللیل (ص: ۲۵۹)

(3) مختصر قیام اللیل از مروزی (ص: ۲۲۵)

ذٰلِكَ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُ أَنْ أَقُومَ لِنَفْسِي أَحَبُّ إِلَيَّ»[1] "پہلے میں امام کے ساتھ تراویح پڑھتا تھا، پھر چھوڑ دیا،اب اگر میں خود تراویح پڑھوں تو مجھے زیادہ محبوب ہے"۔

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے شیخ عمر بن حسین جمحی رحمہ اللہ کے بارے میں جن کو یحیی بن سعید انصاری رحمہ اللہ نے فقہاے مدینہ میں شمار کیا ہے[2] فرمایا:«كَانَ فِي رَمَضَانَ إِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ انْصَرَفَ، فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ قَامَهَا مَعَ النَّاسِ، وَلَمْ يَكُنْ يَقُومُ مَعَهُمْ غَيْرَهَا»[3] "رمضان میں آپ عشا پڑھ کر چلے جاتے تھے، پھر جب تیئسویں رات آتی تھی تو لوگوں کے ساتھ قیام کرتے تھے، تیئسویں رات کے علاوہ کسی رات لوگوں کے ساتھ قیام نہیں کرتے تھے"۔

ان آثار میں عروہ بن زبیر، یحیی بن سعید انصاری اور عمر بن حسین جمحی رحمہم اللہ کا نمازِ عشا کے بعد گھر چلے جانا اور لوگوں کے ساتھ قیام نہ کرنے کا تذکرہ یہ بتاتا ہے کہ تابعین کے زمانے میں بھی لوگ باجماعت نمازِ تراویح عشا کی نماز ہی کے بعد پڑھتے تھے، الا یہ کہ جن کو انفرادی قیام کرنا ہوتا تھا تو وہ جماعت میں شریک نہ ہو کر اپنے گھروں کو جا کر انفرادی قیام کیا کرتے تھے۔ پھر حسن بصری رحمہ اللہ کا کلام اس پر مہرِ تصدیق ثبت کر دیتا ہے کہ رمضان میں نمازِ عشا کے بعد فوراً قیام ہونا چاہیے۔

قابل غور بات یہ بھی ہے کہ آخری عشرے میں بھی ان کے یہاں باجماعت نمازِ تراویح عشا ہی کے بعد ہوتی تھی، جیسا کہ عمر بن حسین جمحی رحمہ اللہ کے اثر سے معلوم ہوتا ہے،

---

[1] مختصر قیام اللیل از مروزی (ص: ۲۳۲)

[2] دیکھیے: تہذیب التہذیب از ابن حجر (۷/۴۳۳)

[3] مختصر قیام اللیل از مروزی (ص: ۲۳۰)

حالاں کہ یہ اہلِ خیر وصلاح اگر چاہتے تو اخیر رات میں قیام کی افضلیت اور آخری عشرے میں زیادہ محنت کا حوالہ دے کر لوگوں کو اخیر رات کے قیام کے لیے بڑی آسانی سے تیار کر سکتے تھے، جیسا کہ ہمارے دور کے لوگ حوالے دے رہے ہیں، لیکن پھر بھی انھوں نے ایسا نہیں کیا، کیوں کہ انھیں معلوم تھا کہ یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے، لہذا اس امر پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

عہدِ تبع تابعین میں

امام اہل السنہ والجماعہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) سے پوچھا گیا کہ کیا آپ تراویح کی نماز کو آخری رات کے لیے موخر کر سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: «لَا، سُنَّةُ الْمُسْلِمِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ» نہیں، مسلمانوں کا طریقہ مجھے زیادہ محبوب ہے[1]۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہ اثر تبع تابعین کے زمانے میں نمازِ تراویح کی پوری داستان کہہ رہا ہے، وہ اس طرح کہ آپ کے زمانے میں بھی لوگ باجماعت نمازِ تراویح نمازِ عشاہی کے بعد پڑھتے تھے۔ پھر جب کچھ لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہوا (جیسا کہ ہمارے زمانے میں بھی ہوا) کہ کیوں نہ نمازِ تراویح کو آخری رات کے لیے موخر کر دیا جائے؟! جب کہ رات کا آخری حصہ قیام اللیل کے لیے سب سے افضل ہے، اور وہ اپنا یہ خیال لے کر امامِ زمانہ امام احمد رحمہ اللہ کے پاس آئے تو آپ نے اخیر رات کی افضلیت کو جانتے ہوئے بھی ان کے اس خیال کو محض اس لیے مسترد کر دیا کہ یہ سبیل المومنین (مسلمانوں کے طریقے) کے خلاف ہے، اور مسلمانوں کا اول رات میں قیام اللیل کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

ابو عبدالرحمن بن عیسی باتنی نے کہا: «فَانْظُرْ كَيْفَ قَدَّمَ مَا عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ مِنْ قِيَامِ أَوَّلِ اللَّيْلِ عَلَى تَأْخِيرِهِ إِلى آخِرِهِ، مَعَ مَعْرِفَتِهِ رَحِمَهُ اللهُ بِفَضْلِ آخِرِ اللَّيْلِ، وَلَمْ يَنْصَحْهُمْ بِالتَّعْقِيبِ»[2] "غور کرو کہ کس طرح امام احمد رحمہ اللہ نے اول رات میں مسلمانوں کے قیام

---

[1] مسائل الإمام أحمد -رواية أبي داود-(ص:۹۰)

[2] ضياء المصابيح تجلية حكم صلاة التهجد جماعة بعد التراويح (ص:۷۲)

کواخیر رات میں اسے موخر کرنے پر ترجیح دی، حالاں کہ آپ رحمہ اللہ اخیر رات کی افضلیت کو بخوبی جانتے تھے، اور انھیں تعقیب (یعنی رات کے آخر میں قیام کرنے) کی نصیحت نہ کی"۔

اس سے پتہ چلا کہ ہمارے وہ بھائی جو اخیر رات کی افضلیت وغیرہ کی باتیں کرکے رات کے اخیر میں باجماعت نمازِ تراویح کی رائے پیش کر رہے ہیں یا حقیقت میں اس فکرے پر عمل درآمد کر رہے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ فکرہ ان کے ذہن میں نیا آیا اور خوب آیا، بلکہ یہ خیال تبع تابعین کے زمانے میں بھی لوگوں کو آیا تھا لیکن ہر امکانی سہولت کے میسر ہونے کے باوجود انھوں نے اس پر عمل نہیں کیا، کیوں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے سے مسلمانوں کا یہ طریقہ نہیں رہا تھا۔

آٹھویں صدی ہجری میں

ابو زرعہ احمد بن عبد الرحیم عراقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۶ھ) نے اپنے والد گرامی ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۶ھ) کے متعلق فرمایا:«وَلَمَّا وَلِيَ وَالِدِي رَحِمَهُ اللَّهُ إِمَامَةَ مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ أَحيَا سُنَّتَهُمْ الْقَدِيمَةَ فِي ذٰلِكَ مَعَ مُرَاعَاةِ مَا عَلَيْهِ الْأَكْثَرُ، فَكَانَ يُصَلِّي التَّرَاوِيحَ أَوَّلَ اللَّيْلِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً عَلَى الْمُعْتَادِ، ثُمَّ يَقُومُ آخِرَ اللَّيْلِ فِي الْمَسْجِدِ بِستَّ عَشْرَةَ رَكْعَةً، فَيَخْتِمُ فِي الْجَمَاعَةِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ خَتْمَتَيْنِ، وَاسْتَمَرَّ عَلَى ذٰلِكَ عَمَلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ بَعْدَهُ، فَهُمْ عَلَيْهِ إِلَى الْآنَ»[1] "جب میرے والد رحمہ اللہ نے مدینے کی مسجد (مسجدِ نبوی) کی امامت کا عہدہ سنبھالا، تو انھوں نے اکثر لوگوں کے عمل کا خیال رکھتے ہوئے (نمازِ تراویح) کے سلسلے میں (اہلِ مدینہ) کی قدیم سنت (یعنی چھتیس رکعات) کو زندہ کیا۔ چناں چہ عام معمول کے مطابق وہ ابتدائی رات میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے، پھر آخر شب میں مسجد میں سولہ رکعات نماز پڑھتے، اس طرح رمضان کے مہینے میں جماعت کے ساتھ (قرآن کے) دو ختم مکمل کرتے۔ آپ کے بعد مدینہ کے لوگوں کا یہ عمل جاری رہا، اور آج تک وہ اسی طریقے پر عمل پیرا ہیں"۔

عبد الرحیم عراقی رحمہ اللہ جو آٹھویں صدی ہجری کے ایک مایہ ناز محدث اور ابن حجر وغیرہ جیسی نابغۂ روزگار شخصیتوں کے استاذ ہیں وہ بھی تراویح کی نماز باجماعت شروع رات ہی

---

[1] طرح التثریب (۹۸/۳)

میں پڑھتے تھے، البتہ اخیر رات میں جمع ہو کر دوبارہ سولہ رکعت پڑھتے تھے، اسے فقہا کی اصطلاح میں تعقیب کہا جاتا ہے، اس کے جواز میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے۔

نویں صدی ہجری میں

ابوالحسن نورالدین سمہودی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے ۳۶ رکعات قیام اللیل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: «وَالْقِيَامُ بِهٰذَا الْعَدَدِ بِالْمَدِينَةِ بَاقٍ إِلٰى الْيَوْمِ، إِلَّا أَنَّهُمْ يَقُومُونَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً عَقِبَ الْعِشَاءِ، ثُمَّ يَأْتُونَ آخِرَ اللَّيْلِ فَيَقُومُونَ بِسِتَّ عَشْرَةَ رَكْعَةً»[1] "مدینہ نبویہ میں اس عدد کے ساتھ نماز تراویح میں قیام آج تک جاری ہے، سوائے اس کے کہ وہ عشا کے بعد بیس رکعات تراویح پڑھتے ہیں، پھر آخر شب میں آکر سولہ رکعات پڑھتے ہیں"۔

بارہویں صدی ہجری میں

شیخ عطیہ بن محمد سالم رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) نے بارہویں صدی ہجری میں تراویح کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "بارہویں صدی کا آغاز ہوا، اور تراویح کا طریقہ وہی رہا جو دسویں صدی سے پہلے تھا، یعنی ابتدائی شب میں بیس رکعتیں اور آخر شب میں سولہ رکعتیں، جنہیں 'ستہ عشریہ' کہا جاتا ہے۔ اس کا ذکر شیخ نابلسی نے اپنے مدنی سفر نامے میں کیا ہے، جس سفر نامے کا تذکرہ 'مجلة العرب' نے اپنی اشاعت کے پہلے سال یعنی ۱۳۸۶ھ کے پانچویں جزء یعنی ذی القعدہ کے شمارے میں کیا ہے۔ شیخ نابلسی نے مدینہ میں ختم قرآن کی رات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: «وَحَضَرَ الْمُؤَذِّنُونَ كُلُّهُمْ، فَأَقَامُوا الصَّلَاةَ، وَصَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ كُلِّهِمْ

[1] وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى (۷۲/۱) خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى (۲۶۸/۱)

صَلَاةَ الْعِشَاءِ ... ثُمَّ صَلَّى بِهِمُ التَّرَاوِيحَ إِلَى أَنْ فَرَغَ مِنْهَا»"اس دن (مسجد نبوی کے) سارے موذن حاضر تھے، انھوں نے اقامت کہی، اور امام نے سب کو نمازِ عشا پڑھائی، پھر انھیں تراویح پڑھائی، یہاں تک کہ وہ فارغ ہو گئے"۔

شیخ عطیہ سالم رحمہ اللہ نے اس پر تعلیق لگاتے ہوئے کہا: «أَيْ: أَنَّ الْإِمَامَ الشَّافِعِيَّ، وَهُوَ السَّيِّدُ عُمَرُ بْنُ السَّيِّدِ السَّمهُودِيُّ، شَافِعِيُّ الْمَذْهَبِ، صَلَّى بِالْجَمِيعِ التَّرَاوِيحَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ إِلَى أَنْ فَرَغَ مِنْهَا»[1] "یعنی شافعی امام سید عمر بن سید سمہودی شافعی نے سب کو اس رات نمازِ تراویح پڑھائی، یہاں تک کہ وہ فارغ ہو گئے"۔

چودھویں صدی ہجری میں

شیخ عطیہ سالم رحمہ اللہ نے فرمایا: «دَخَلَ القَرْنُ الرَّابِعُ عَشَرَ، وَالتَّرَاوِيحُ فِي المَسْجِدِ النَّبَوِيِّ عَلَى مَا هِيَ عَلَيْهِ مِنْ قَبْلُ، وَظَلَّتْ إِلَى قُرَابَةِ مُنْتَصَفِهِ، وَلَمْ يَطْرَأْ عَلَيْهَا أَيُّ تَغْيِيرٍ، لَا فِي العَدَدِ وَلَا فِي كَيْفِيَّةِ أَدَائِهَا، فَكَانَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ رَكْعَةً وَثَلَاثَةَ وِتْرٍ، تُصَلَّى عِشْرِينَ بَعْدَ العِشَاءِ، وَسِتَّ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَعْدَ مُنْتَصَفِ اللَّيْلِ، وَيُنَادَى لِهَذِهِ الأَخِيرَةِ بِاسْمِ "السِّتَّةِ عَشْرِيَّةِ"، كَمَا قَالَهُ النَّابُلُسِيُّ سَابِقًا فِي القَرْنِ الثَّانِي عَشَرَ»[2] "چودھویں صدی کا آغاز ہوا تو مسجد نبوی میں تراویح ویسی ہی رہی جیسی پہلے تھی، اور نصف صدی تک ایسی ہی باقی رہی، اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، نہ ہی تعداد میں اور نہ ہی طریقہ کار میں۔ یہ چھتیس رکعتوں اور تین وتر پر مشتمل تھی، جن میں بیس رکعتیں عشا کے بعد اور سولہ رکعتیں نصف

---

(1) التراويح أكثر من ألف عام في المسجد النبوي (ص:٥٥)

(2) التراويح أكثر من ألف عام في المسجد النبوي (ص:٥٨)

شب کے بعد پڑھی جاتی تھیں، اور ان سولہ رکعتوں کو "ستہ عشریہ" کہا جاتا تھا، جیسا کہ نابلسی نے بارہویں صدی کے متعلق ذکر کیا ہے"۔

عہد سعودی میں (ابتدا سے اب تک)

مدینہ طیبہ میں سعودی حکومت کا آغاز ۱۳۴۴ھ میں ہوا، اس سے پہلے مسجد نبوی میں لوگ الگ الگ مسالک کے اماموں کے پیچھے نمازِ تراویح پڑھتے تھے، مگر سب ابتدائی رات میں بیس رکعات پڑھتے تھے، البتہ مالکی حضرات اخیر رات میں مسجدِ نبوی میں واپس ہو کر سولہ رکعتیں مزید پڑھتے تھے، لیکن عہدِ سعودی آتے ہی ان متعدد جماعتوں کو برخواست کر دیا گیا، اور سب کو ایک امام کے پیچھے کھڑا کر دیا گیا۔

عہدِ سعودی میں نمازِ عشا کے بعد بیس رکعات نمازِ تراویح اور تین رکعت وتر کی نماز پڑھی جاتی رہی، پورے مہینے یہی سلسلہ چلتا تھا پھر آخری عشرے میں قیام اللیل کے نام سے اخیر رات میں دس رکعتیں مزید پڑھی جاتی تھیں[1]۔

پھر شیخ عطیہ سالم رحمہ اللہ نے اپنے دور میں تراویح کے وقت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:«مَعْلُومٌ أَنَّ وَقْتَهَا بَعْدَ صَلَاةِ العِشَاءِ، وَلَكِنَّ الجَدِيدَ فِيهِ هُوَ أَنَّ العِشَاءَ فِي غَيْرِ رَمَضَانَ يُؤَذَّنُ لَهَا بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ بِسَاعَةٍ وَنِصْفٍ، أَيْ تِسْعِينَ دَقِيقَةً، وَتُصَلَّى بَعْدَ رُبْعِ السَّاعَةِ مِنَ الأَذَانِ.

أَمَّا فِي رَمَضَانَ، فَلَا يُؤَذَّنُ لِلعِشَاءِ إِلَّا فِي تَمَامِ السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ بَعْدَ الغُرُوبِ، مُرَاعَاةً لِلمُصَلِّينَ الَّذِينَ يَحْضُرُونَ أَوَّلًا لِتَنَاوُلِ مَا يَفُكُّ صِيَامَهُمْ فِي الحَرَمِ النَّبَوِيِّ مِنْ تَمَرَاتٍ

---

[1] التراويح أكثر من ألف عام في المسجد النبوي(ص:٦٤-٦٥)

خَفِيفَاتٍ، ثُمَّ يُصَلُّونَ المَغْرِبَ، ثُمَّ يَنْصَرِفُونَ إِلٰى بُيُوتِهِمْ لِتَنَاوُلِ وَجْبَةِ الإِفْطَارِ، وَمِنْ ثَمَّ يَعُودُونَ إِلٰى الحَرَمِ لِصَلَاةِ العِشَاءِ وَالتَّرَاوِيحِ.

وَالكَثِيرُونَ مِنْهُمْ يَحْضُرُونَ مِنْ أَمَاكِنَ بَعِيدَةٍ، فَرُوعِيَتْ ظُرُوفُهُمْ وَتَيَسُّرُ حُضُورِهِمْ، فَإِذَا مَضَتِ السَّاعَتَانِ وَأُذِّنَ لِلعِشَاءِ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ بَعْدَ عَشْرِ دَقَائِقَ فَقَطْ، وَيُصَلِّيهَا فَضِيلَةُ الشَّيْخِ عَبْدُ العَزِيزِ، وَبَعْدَهَا يَتَنَفَّلُ مَنْ شَاءَ بِرَكْعَتَي سُنَّةِ العِشَاءِ، ثُمَّ تَبْدَأُ التَّرَاوِيحُ عَلَى الكَيْفِيَّةِ الآتِيَةِ»[1]''معلوم ہے کہ تراویح کا وقت عشا کے بعد ہے، لیکن اس عہد میں نیا یہ ہے کہ رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں عشا کی اذان غروب کے ڈیڑھ گھنٹے یعنی نوے منٹ بعد دی جاتی ہے پھر اذان کے پندرہ منٹ بعد نماز پڑھی جاتی ہیں۔ جب کہ رمضان میں عشا کی اذان غروب کے پورے دو گھنٹے کے بعد دی جاتی ہے، ان لوگوں کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے جو پہلے حرم نبوی میں آکر افطار کے لیے کھجوریں اور ہلکی چیزیں کھاتے ہیں، پھر مغرب کی نماز پڑھ کر اپنے گھروں میں افطار کرتے ہیں اور پھر دوبارہ حرم آکر عشا اور تراویح پڑھتے ہیں۔ کیوں کہ ان میں سے بہت لوگ دور دراز سے آتے ہیں، اس لیے ان کی حالت کا اور ان کی آسانی سے حاضری کا خیال رکھا جاتا ہے۔ پھر جب دو گھنٹے مکمل ہو جاتے ہیں اور اذانِ عشا دی جاتی ہے تو نماز دس منٹ بعد ادا کی جاتی ہے، جسے شیخ عبد العزیز پڑھاتے ہیں، اس کے بعد جو چاہے عشا کی دو رکعت سنت پڑھتا ہے، پھر تراویح اس طریقے پر شروع ہوتی ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے۔ (پھر شیخ عطیہ سالم رحمہ اللہ نے نمازِ تراویح کی کیفیت کا تفصیلی ذکر کیا)''۔

شیخ عطیہ سالم رحمہ اللہ نے حرمِ نبوی میں نمازِ تراویح کی جس کیفیت اور وقت کا تذکرہ کیا ہو بہو ویسے ہی ابھی تک نمازِ تراویح پڑھی جاتی رہی، لیکن جب ۲۰۲۰ء میں کورونا کی وبا پھیلی

---

[1] التراويح أكثر من ألف عام في المسجد النبوي (ص:٧٨)

اور تقریباً پوری دنیا اس کی لپیٹ میں آگئی تو اس سال کے رمضان میں ملکِ مملکت سعودیہ سلمان بن عبد العزیز رعاہ اللہ نے بیس رکعات میں تخفیف کر کے صرف دس رکعت نمازِ تراویح پڑھانے کا حکم دیا، اس کے بعد سے تادمِ تحریر حرمین شریفین میں دس رکعت ہی تراویح کی نماز پڑھی جارہی ہے، جو کہ سنت نبوی کے عین مطابق ہے، اللہ کرے کہ حرمین شریفین میں یہی امر جاری وساری رہے، اور یہ نماز عشا کی نماز کے بعد فوراً ادا کی جاتی ہے، ہاں آخری عشرے میں مزید دس رکعتیں اخیر رات میں اب تک پڑھی جارہی ہیں۔

باجماعت نمازِ تراویح کا وقت شروع رات ہی ہے

قرون ثلاثہ مفضلہ اور بعد کی صدیوں سے پیش کی گئی یہ مثالیں اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ ہمیشہ سے سلف وخلف نے ایک امام کے پیچھے اکٹھا ہو کر باجماعت نمازِ تراویح شروع رات یعنی بعد نمازِ عشاہی پڑھی ہے، البتہ جو لوگ اخیر رات کی فضیلت کو حاصل کرنا چاہتے تھے وہ اخیر رات میں انفرادی طور پر نماز پڑھتے تھے، سلف میں سے کسی سے کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا کہ ان لوگوں نے شروع رات کو چھوڑ کر اخیر رات میں باجماعت نمازِ تراویح پڑھنے کا اہتمام کیا ہو، ابو عبد الرحمن بن عیسی باتنی نے کہا:«وَقَدْ سَبَقَ أَنْ ذَكَرْنَا الآثَارَ عَنِ السَّلَفِ الَّذِينَ لَمْ يَكُونُوا يُصَلُّونَ مَعَ المُسْلِمِينَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ – وَمِنْهُمْ: عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ – أَنَّهُمْ لَمْ يَجْتَمِعُوا عَلَى أَنْ يُصَلُّوا فِي جَمَاعَةٍ أُخْرَى، بَلْ كَانُوا يُصَلُّونَ فُرَادَى، وَهٰذَا مِنْ أَكْبَرِ الحُجَجِ عَلَى أَنَّ الجَمَاعَةَ عِنْدَهُمْ هِيَ الأُولَى الَّتِي يُصَلِّيهَا المُسْلِمُونَ، فَلَيْسَ لِمَنْ بَعْدَهُمْ أَنْ يُسَوِّغُوا غَيْرَ مَا كَانُوا عَلَيْهِ، بِحُجَّةِ أَنَّ التَّرَاوِيحَ نَافِلَةٌ، وَالأَمْرُ فِيهَا وَاسِعٌ»[1]"گزشتہ سطور میں ہم نے جن سلف کے آثار کو ذکر کیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ پہلی رات کے آغاز میں نماز نہیں پڑھتے تھے- جن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں- تو وہ لوگ کبھی بھی دوسری جماعت میں نمازِ تراویح پڑھنے کے لیے اکٹھا نہیں ہوئے، بلکہ وہ انفرادی طور پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ اس بات کا بڑا ثبوت ہے کہ ان کے نزدیک باجماعت (نمازِ تراویح) وہ پہلی جماعت ہی ہے جو مسلمان پڑھتے ہیں، اس لیے جو لوگ ان کے بعد آئے ہیں ان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اس سے مختلف عمل اختیار کریں، یہ عذر پیش کرتے ہوئے کہ تراویح نفل نماز ہے اور اس میں وسعت ہے"۔

---

[1] ضياء المصابيح تجلية حكم صلاة التهجد جماعة بعد التراويح (ص:١١٢)

سلف وخلف کے اس عملی تواتر کی بناپر فقہا کی ایک قابل لحاظ جماعت نے تراویح کی نماز کا وقت عشا کے فوراً بعد ہی ذکر کیا ہے، ذیل میں کچھ اقوال پیش کیے جارہے ہیں:

قاضی ابو علی نسفی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۷ھ) نے فرمایا: «الصَّحِيحُ أَنَّ وَقْتَهَا بَعْدَ العِشَاءِ لَا تَجُوزُ قَبْلَهَا، سَوَاءٌ أَكَانَتْ بَعْدَ الوِتْرِ أَمْ قَبْلَهُ، وَهُوَ المُخْتَارُ؛ لِأَنَّهَا نَافِلَةٌ سُنَّتْ بَعْدَ العِشَاءِ بِفِعْلِ الصَّحَابَةِ، وَهُوَ المَنْقُولُ مِنْ فِعْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، فَكَانَتْ تَبَعًا لَهَا كَسُنَّتِهَا»[1] "صحیح بات یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشا کے بعد ہے، اس سے پہلے جائز نہیں ہے، چاہے وہ وتر سے پہلے ہو یا بعد میں، یہی راجح ہے۔ کیوں کہ یہ نفل سنت عشا کے بعد ہے، جیسا کہ صحابہ کرام کا عمل تھا، اور نبی ﷺ سے یہی منقول ہے، بنا بریں نمازِ تراویح نمازِ عشا کی تابع ہے، جیسے عشا کی سنت عشا کے تابع ہے"۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) نے فرمایا: «السُّنَّةُ فِي التَّرَاوِيحِ أَنْ تُصَلَّى بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ كَمَا اتَّفَقَ عَلَى ذٰلِكَ السَّلَفُ وَالْأَئِمَّةُ»[2] "سنت کے مطابق تراویح عشا کی نماز کے بعد پڑھی جانی چاہیے، جیسا کہ سلف اور ائمہ کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے"۔

ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۷ھ) نے قیام اللیل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: «وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ مَنْ يَفْعَلُهُ قَبْلَ النَّوْمِ وَبَعْدَهُ، وَالْغَالِبُ أَنَّ فِعْلَهُ بَعْدَ النَّوْمِ أَكْثَرُ، وَلَا يَجْمَعُونَ لَهُ، وَلَا يُشْهِرُونَهُ، بِخِلَافِ قِيَامِ رَمَضَانَ فِي الْمَسَاجِدِ، فَإِنَّهُ لَا يُفْعَلُ إِلَّا قَبْلَ

---

[1] الدین الخالص از محمود محمد خطاب سبکی (۱۵۲/۵)

[2] مجموع الفتاویٰ (۱۲۰/۲۳)

النَّوْمِ»[1] ''بہت سے سلف (قیام اللیل) سونے سے پہلے یا بعد میں کرتے تھے، لیکن نیند کے بعد قیام اللیل کا عمل زیادہ تھا، ہاں وہ اسے نہ تو باجماعت ادا کرتے تھے اور نہ ہی اس کا اعلان کرتے تھے، البتہ مسجدوں میں قیام رمضان (یعنی نمازِ تراویح) سونے سے پہلے ہی ادا کی جاتی تھی''۔

علاءالدین مرداوی رحمہ اللہ (متوفی ۸۸۵ھ) نے فرمایا:«أَوَّلُ وَقْتِهَا بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَسُنَّتِهَا، عَلَى الصَّحِيحِ مِنْ الْمَذْهَبِ، وَعَلَيْهِ الْجُمْهُورُ، وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ»[2] ''مذہبِ (حنبلی) میں صحیح قول کے مطابق نمازِ تراویح کا اول وقت نمازِ عشا اور اس کی سنت کے بعد ہے، یہی جمہور کا قول ہے، اور اسی پر عمل ہے''۔

ابو النجا شرف الدین موسیٰ بن احمد مقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۹۶۸ھ) نے فرمایا:«وَوَقْتُهَا بَعْدَ الْعِشَاءِ وَسُنَّتِهَا قَبْلَ الْوِتْرِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي، وَفِعْلُهَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَوَّلَ اللَّيْلِ أَفْضَلُ»[3] ''(نمازِ تراویح) کا وقت عشا اور اس کی سنت کے بعد وتر سے پہلے فجر دوم کے طلوع تک ہے، اور تراویح مسجد میں اور اول رات میں افضل ہے''۔ منصور بن یونس بہوتی رحمہ اللہ نے ابو النجا کے اس قول کی شرح کرتے ہوئے فرمایا:«(وَ) فِعْلُهَا (أَوَّلَ اللَّيْلِ أَفْضَلُ)؛ لِأَنَّ النَّاسَ كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ أَوَّلَهُ»[4] ''تراویح کی نماز شروع رات میں پڑھنا افضل ہے، کیوں کہ لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شروع رات ہی میں پڑھتے تھے''۔

---

[1] المدخل (۱۳۸/۲)

[2] الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (۱۸۱/۲)

[3] الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل (۱۴۷/۱)

[4] كشاف القناع عن متن الإقناع (۴۲۶/۱)

اسی طرح احمد زین الدین رحمہ اللہ (متوفی ۹۸۷ھ) نے فرمایا: «وَفِعْلُهَا أَوَّلَ الوَقْتِ أَفْضَلُ مِنْ فِعْلِهَا أَثْنَاءَهُ بَعْدَ النَّوْمِ»[1] "نماز تراویح کو اول وقت میں ادا کرنا نیند کے بعد درمیانی رات میں ادا کرنے سے بہتر ہے"۔

نیز فرمایا: «فَرْعٌ: يُسَنُّ لِمَنْ وَثِقَ بِيَقَظَتِهِ قَبْلَ الفَجْرِ بِنَفْسِهِ أَوْ غَيْرِهِ أَنْ يُؤَخِّرَ الوِتْرَ كُلَّهُ - لَا التَّرَاوِيحَ - عَنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ»[2] "فرعی مسئلہ: جسے فجر سے پہلے بذاتِ خود یا کسی اور کی مدد سے اٹھنے کا یقین ہو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ نمازِ وتر کو اخیر رات کے لیے موخر کرے، تراویح کی نماز کو نہیں"۔ (یعنی نمازِ تراویح کو موخر کرنا درست نہیں ہے، بلکہ اسے اول شب ہی میں پڑھنا ہے)۔

منصور بن یونس بہوتی رحمہ اللہ (ت ۱۰۵۱ھ) نے فرمایا: «(تُفْعَلُ) رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ (فِي جَمَاعَةٍ مَعَ الوِتْرِ) بِالمَسْجِدِ أَوَّلَ اللَّيْلِ (بَعْدَ العِشَاءِ) وَالأَفْضَلُ سُنَّتِهَا (فِي رَمَضَانَ)»[3] "رمضان میں (تراویح کی نماز) دو دو رکعت کر کے وتر سمیت باجماعت مسجد میں اول شب میں عشا کے بعد پڑھی جائے گی، اور افضل یہ ہے کہ اسے سنتِ عشا کے بعد پڑھا جائے"۔

انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۵۳ھ) نے فرمایا: «قَالَ عَامَّةُ العُلَمَاءِ: إِنَّ التَّرَاوِيحَ وَصَلَاةَ اللَّيْلِ نَوْعَانِ مُخْتَلِفَانِ، وَالمُخْتَارُ عِندِي أَنَّهُمَا وَاحِدٌ وَإِنِ اخْتَلَفَتْ صِفَتَاهُمَا: كَعَدَمِ المُوَاظَبَةِ عَلَى التَّرَاوِيحِ، وَأَدَائِهَا بِالجَمَاعَةِ، وَأَدَائِهَا فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ تَارَةً، وَإِيصَالِهَا إِلَى السَّحَرِ أُخْرَى- بِخِلَافِ التَّهَجُّدِ، فَإِنَّهُ كَانَ فِي آخِرِ اللَّيْلِ، وَلَمْ تَكُنْ فِيهِ

---

(1) فتح المعين بشرح قرة العين بمهمات الدين (ص:۱٦۸)

(2) فتح المعين بشرح قرة العين بمهمات الدين (ص:۱٦۲)

(3) الروض المربع شرح زاد المستقنع (ص:۱۱۵)

الجَمَاعَةُ- وَجَعْلُ اخْتِلَافِ الصِّفَاتِ دَلِيلًا عَلَى اخْتِلَافِ نَوْعَيْهِمَا لَيْسَ بِجَيِّدٍ عِنْدِي، بَلْ كَانَتْ تِلْكَ صَلَاةً وَاحِدَةً، إِذَا تَقَدَّمَتْ سُمِّيَتْ بِاسْمِ التَّرَاوِيحِ، وَإِذَا تَأَخَّرَتْ سُمِّيَتْ بِاسْمِ التَّهَجُّدِ- وَلَا بَأْسَ فِي تَسْمِيَتِهَا بِاسْمَيْنِ عِنْدَ تَغَايُرِ الوَصْفَيْنِ؛ فَإِنَّهُ لَا حَرَجَ فِي التَّغَايُرِ الاسْمِيِّ إِذَا اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِ الأُمَّةُ، وَإِنَّمَا يُثْبَتُ تَغَايُرُ النَّوْعَيْنِ إِذَا ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى التَّهَجُّدَ مَعَ إِقَامَتِهِ بِالتَّرَاوِيحِ»[1]''کچھ علمانے کہاہے کہ تراویح اور قیام اللیل دو مختلف قسم کی عبادتیں ہیں، لیکن میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ دونوں ایک ہی عبادت ہیں، اگرچہ ان کی صفات مختلف ہیں: جیسے تراویح میں تسلسل نہ ہونا، تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنا، کبھی اول رات میں پڑھنااور کبھی اس کا وقت سحر تک پہنچانا۔ جب کہ تہجد کا وقت آخر رات ہے، اور اس میں جماعت نہیں ہوتی۔ صفات کے اختلاف کو دونوں کی نوعیت کے اختلاف کی دلیل بنانا میرے نزدیک درست نہیں ہے، بلکہ یہ دونوں ایک ہی نماز ہیں؛ اگر یہ نماز پہلے (یعنی شروع رات میں) پڑھی جاتی ہے تو اسے تراویح کہا جاتاہے، اور اگر یہ بعد (یعنی اخیر رات) میں پڑھی جاتی ہے تو اسے تہجد کہا جاتاہے۔ اور وصف کے مختلف ہونے پر نام کے مختلف ہونے میں کوئی نئی بات نہیں ہے؛ کیوں کہ جب امت اس پر متفق ہے تو ناموں میں اختلاف پر کوئی اعتراض نہیں۔ نوعیت کے اختلاف کو اس وقت ثابت کیا جا سکتا ہے جب یہ ثابت ہو کہ نبی ﷺ نے تراویح کے ساتھ تہجد بھی پڑھی ہو''۔

انور شار کشمیری رحمہ اللہ نے صراحت کے ساتھ اس قول میں ذکر کیاہے کہ نمازِ تراویح اسی نماز کو کہتے ہیں جسے شروع رات میں پڑھ لیا جائے۔

شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۱ھ) نے فرمایا:«صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ هِيَ قِيَامُ اللَّيْلِ، لَكِنَّ المُسْلِمِينَ جَعَلُوهَا فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ؛ لِأَنَّهُ أَسْهَلُ عَلَى النَّاسِ مِنْ آخِرِ

[1] فيض الباري (۲/۵٦۷)العرف الشذي(۲/۲۰۸)

اللَّيْلِ»[1]"نمازِ تراویح رات ہی کی نماز ہے، مگر مسلمانوں نے اسے رات کی ابتدا میں ادا کرنا شروع کیا، کیوں کہ یہ لوگوں کے لیے رات کے آخر میں نماز پڑھنے سے زیادہ آسان ہے"۔

عبد اللہ بن عبد الرحمن ابن جبرین رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۳۰ھ) نے فرمایا:«صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ هِيَ القِيَامُ فِي لَيَالِي رَمَضَانَ بَعْدَ صَلَاةِ العِشَاءِ»[2]"نمازِ تراویح رمضان کی راتوں میں نمازِ عشا کے بعد قیام کرنے کو کہتے ہیں"۔

نیز فرمایا:«لٰكِنَّ قِيَامَ أَوَّلِ اللَّيْلِ يَسْهُلُ عَلَى العَامَّةِ، فَلَيْسَ كُلُّ وَاحِدٍ يَتَيَسَّرُ لَهُ قِيَامُ آخِرِ اللَّيْلِ»[3]"رات کی ابتدا میں قیام اللیل عوام کے لیے زیادہ آسان ہے، کیوں کہ ہر ایک کے لیے اخیر رات میں قیام آسان نہیں ہے"۔

اذکار وادعیہ ماثورہ پر مشتمل مشہورِ زمانہ تصنیف "حصن المسلم" کے مولف سعید بن علی بن وہف قحطانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۴۰ھ) نے فرمایا:«وَالتَّرَاوِيحُ: هِيَ قِيَامُ رَمَضَانَ أَوَّلَ اللَّيْلِ»[4]"نمازِ تراویح: اول شب میں قیامِ رمضان کو کہتے ہیں"۔

ابوایاس محمود بن عبداللطیف عویضہ نے فرمایا:«وَهٰذَا كُلُّهُ مُتَعَلِّقٌ بِحَقِّ مَنْ يَقُومُ اللَّيْلَ وَحْدَهُ فِي بَيْتِهِ، أَمَّا إِنْ كَانَ قِيَامُ اللَّيْلِ جَمَاعَةً فِي مَسْجِدٍ، وَيَكُونُ بِصَلَاةِ التَّرَاوِيحِ، فَلْيَكُنْ ذٰلِكَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ عَقِبَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ؛ لِأَنَّ هٰذَا هُوَ مَا كَانَ عَلَيْهِ حَالُ صَحَابَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَقَدْ مَرَّ فِي بَحْثِ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ مَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمَالِكٌ: «فَقَالَ عُمَرُ:

---

[1] اللقاء الشهري (۳۲/۷۰)

[2] فتاوى الشيخ ابن جبرين(۳/۲۴)

[3] شرح عمدة الأحكام ازابن جبرین(۱۳/۸)

[4] الصيام في الإسلام في ضوء الكتاب والسنة ازسعید قحطانی(ص:۳۱۵)، صلاة التطوع ازسعید قحطانی (ص:۱۰۱)

نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ، يَعْنِي آخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ»[1]'' (درمیانی رات یا اخیر رات میں قیام) اس شخص کے لیے ہے جو تنہا اپنے گھر میں قیام اللیل کرتا ہے، لیکن اگر قیام اللیل جماعت کے ساتھ مسجد میں ہو، اور تراویح کی نماز پڑھی جائے، تو یہ اول رات میں نمازِ عشا کے بعد ہونی چاہیے، کیوں کہ یہی وہ طریقہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ جیسا کہ "صلاۃ التراویح" کی بحث میں وہ حدیث گزری جسے امام بخاری اور امام مالک رحمہما اللہ نے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ ایک اچھی نئی چیز ہے، اور رات کا وہ حصہ جس میں یہ لوگ سوتے ہیں اس سے بہتر ہے جس میں یہ قیام کرتے ہیں"، یعنی اخیر شب، اور اس وقت لوگ اول رات میں قیام کرتے تھے''۔

عبد اللہ بن مانع روقی حفظہ اللہ نے عبد الرحمن بن عبد (القاری) کے قول «وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ» کی تعلیل کرتے ہوئے فرمایا: «لِأَنَّ أَوَّلَ اللَّيْلِ أَرْفَقُ بِهِمْ، وَاسْتَمَرَّ الْمُسْلِمُونَ عَلَى هٰذَا، يُصَلُّونَ أَوَّلَ اللَّيْلِ جَمَاعَةً»[2]'' کیوں کہ ابتدائی رات (میں قیام) لوگوں کے لیے زیادہ آسان ہے، مسلمان اسی پر عمل پیرا رہے، چناں چہ مسلمان باجماعت نمازِ (تراویح) ابتدائی رات میں پڑھتے ہیں''۔

ناصر بن عبد اللہ آل متعب نے فرمایا: «وَقْتُ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ يَمْتَدُّ مِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلٰى طُلُوعِ الْفَجْرِ، فَيَصِحُّ أَدَاؤُهَا فِي أَيِّ جُزْءٍ مِنْ هٰذَا الْوَقْتِ، وَلٰكِنْ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ سَيُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ إِمَامًا بِالنَّاسِ، فَالْأَوْلَى أَنْ يُصَلِّيَهَا بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ، وَلَا يُؤَخِّرَهَا إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ أَوْ آخِرِهِ، حَتَّى لَا يَشُقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُصَلِّينَ، وَرُبَّمَا يَنَامُ بَعْضُهُمْ فَتَفُوتُهُ الصَّلَاةُ، وَعَلَى هٰذَا جَرَى عَمَلُ الْمُسْلِمِينَ أَنَّهُمْ يُصَلُّونَ التَّرَاوِيحَ بَعْدَ

---

[1] الجامع لأحكام الصلاة ازابوایاس محمود بن عبد اللطیف (ص: ٤١٢)

[2] التنكيت على الموطأ (ص: ٥٦)

صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَلَا يُؤَخِّرُونَهَا، فَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ: "وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ" (أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ)، أَيْ: أَوَّلَ اللَّيْلِ، وَكَانَ ذٰلِكَ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَقَالَ ابْنُ قُدَامَةَ فِي "الْمُغْنِي": قِيلَ لِلْإِمَامِ أَحْمَدَ: (تُؤَخِّرُ الْقِيَامَ - يَعْنِي: فِي التَّرَاوِيحِ - إِلٰى آخِرِ اللَّيْلِ؟ قَالَ: لَا، سُنَّةُ الْمُسْلِمِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ) انتهى.

أَمَّا مَنْ كَانَ سَيُصَلِّيهَا فِي بَيْتِهِ، فَالْأَفْضَلُ أَنْ يُصَلِّيَهَا فِي ثُلُثِ اللَّيْلِ بَعْدَ نِصْفِهِ، لِقَوْلِهِ ﷺ: "أَحَبُّ الصَّلَاةِ عِنْدَ اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوُدَ، كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ" (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)، وَقَالَ ﷺ: "فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ" (مُسْلِم)»[1]

''نمازِ تراویح کا وقت نمازِ عشا کے بعد سے طلوع فجر تک جاری رہتا ہے، اس لیے اسے اس وقت کے کسی بھی حصے میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ تاہم، اگر کوئی شخص مسجد میں امام بن کر جماعت کے ساتھ تراویح پڑھانے والا ہے، تو بہتر ہے کہ وہ اسے نمازِ عشا کے فوراً بعد ادا کرے، اسے آدھی رات یا اخیر رات تک موخر نہ کرے، تاکہ نمازیوں پر دشواری نہ ہو، اور بعض لوگ نیند کی وجہ سے نماز سے محروم نہ ہو جائیں۔ مسلمانوں کا عمومی عمل یہی رہا ہے کہ وہ تراویح کو نمازِ عشا کے بعد فوراً ادا کرتے ہیں۔ جیسا کہ عبد الرحمن بن عبد قاری کی حدیث میں آیا ہے کہ لوگ اس کا آغاز اولِ رات میں کرتے تھے (بخاری)۔ اور یہ بات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور کی تھی۔ اسی طرح ابن قدامہ نے "المغنی" میں نقل کیا ہے کہ جب امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ تراویح کو آخر رات تک موخر کر سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: "نہیں، مسلمانوں کا طریقہ میرے نزدیک بہتر ہے''۔

جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جو تراویح اپنے گھر میں پڑھ رہا ہے، تو بہتر یہ ہے کہ وہ اسے نصف رات کے بعد تہائی رات میں پڑھے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ

---

[1] قبسات من هدي النبي محمد صلى الله عليه وسلم في رمضان(ص:٢٣)

کے نزدیک داؤد علیہ السلام کی نماز سب سے زیادہ پسندیدہ تھی، وہ نصف رات سوتے اور اس کا ایک تہائی حصہ قیام کرتے، پھر چھٹا حصہ سوتے" (متفق علیہ)۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " رات کے آخری حصے کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں" (مسلم)"۔

بلکہ بعض اہل علم نے تو تراویح کی تعریف ہی میں اس کے عشا کے فوراً بعد پڑھنے کا ذکر کیا ہے، چناں چہ مسجد حرام کے سابق امام وخطیب عبد اللہ بن عبد الغنی خیاط رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۵ھ) نے فرمایا: «صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ: مِنَ السُّنَنِ الْمَشْرُوعَةِ فِي رَمَضَانَ، صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ يَقُومُ الْمُسْلِمُونَ بِأَدَائِهَا جَمَاعَةً فِي الْمَسَاجِدِ وَالدُّورِ أَوْ مُنْفَرِدِينَ، يُحْيُونَ بِهَا جُزْءًا مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ مِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ، وَيَسْتَمِرُّ وَقْتُهَا إِلَى آخِرِ اللَّيْلِ؛ لِأَنَّهَا فِي الْوَاقِعِ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ، وَقِيَامُ اللَّيْلِ لَا يَقْتَصِرُ عَلَى جُزْءٍ مُعَيَّنٍ مِنْهُ»[1] "نمازِ تراویح: رمضان کے مشروع سنن میں سے ہے، جسے مسلمان جماعت کے ساتھ مساجد اور گھروں میں یا انفرادی طور پر ادا کرتے ہیں، اس نماز کو وہ عشا کے بعد رات کے آغاز کے کچھ حصے میں پڑھتے ہیں، اور اس کا وقت رات کے آخر تک جاری رہتا ہے؛ کیوں کہ یہ حقیقت میں قیام اللیل کا حصہ ہے، اور قیام اللیل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ صرف کسی مخصوص حصے تک محدود ہو"۔

اسی طرح ابن باز رحمہ اللہ (ت ۱۴۲۰ھ) نے فرمایا: «أَمَّا التَّرَاوِيحُ: فَهِيَ تُطْلَقُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ أَوَّلَ اللَّيْلِ مَعَ مُرَاعَاةِ التَّخْفِيفِ وَعَدَمِ الْإِطَالَةِ»[2] "تراویح کی نماز اہل علم کے نزدیک رمضان میں رات کے ابتدائی حصے میں تخفیف کے لحاظ اور تطویل سے احتراز کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کو کہتے ہیں"۔

---

[1] ما يجب أن يعرفه المسلم عن دينه از عبد اللہ خیاط (ص:۵۹)

[2] مجموع فتاوی ابن باز (۳۱۸/۱۱)

محمد بن محمد مختار شنقیطی نے نمازِ تراویح کے بارے میں فرمایا:«السُّنَّةُ فِي إِيقَاعِ صَلَاةٍ جَمَاعَةً عَلَى هٰذَا الْوَجْهِ يَخْتَصُّ بِهَا شَهْرُ رَمَضَانَ، وَالسَّبَبُ فِي هٰذَا أَنَّ رَمَضَانَ نُدِبَ إِلٰى إِحْيَائِهِ، وَثَبَتَتْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ النُّصُوصُ بِمَشْرُوعِيَّةِ هَذِهِ الْجَمَاعَةِ فِي رَمَضَانَ دُونَ غَيْرِهِ، وَالْأَصْلُ أَنْ يَتَقَيَّدَ بِالْوَارِدِ، فَكَانَتِ السُّنَّةُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ بِالتَّرَاوِيحِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ خَاصَّةً بِرَمَضَانَ دُونَ غَيْرِهِ مِنْ سَائِرِ الشُّهُورِ»[1]''کسی نماز کو اس طرح باجماعت پڑھنا ماہِ رمضان کے ساتھ خاص ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ رمضان کی راتوں کو عبادت سے آباد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اور نبی اکرم ﷺ سے رمضان میں اس جماعت کی مشروعیت کے بارے میں واضح نصوص آئی ہیں، جو دوسرے مہینوں کے بارے میں نہیں ہیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جو کچھ وارد ہے اسی کا پابند رہا جائے، لہٰذا تراویح کی نماز کو رات کے پہلے حصے میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا رمضان کے ساتھ مخصوص ہے، دوسرے مہینوں میں نہیں''۔

احمد بن محمد خلیل حفظہ اللہ نے فرمایا:«وَالتَّرَاوِيحُ وَقِيَامُ رَمَضَانَ وَصَلَاةُ اللَّيْلِ وَالتَّهَجُّدُ أَسْمَاءٌ لِشَيْءٍ وَاحِدٍ، لٰكِنْ إِنْ وَقَعَتْ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ سُمِّيَتْ تَرَاوِيحَ، وَإِنْ وَقَعَتْ فِي آخِرِ اللَّيْلِ سُمِّيَتْ تَهَجُّدًا»[2]''تراویح، قیامِ رمضان اور صلاۃ اللیل ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں، لیکن اگر اسے اول شب میں پڑھا جائے تو تراویح کہا جاتا ہے، اور آخر شب میں پڑھا جائے تو تہجد کہا جاتا ہے''۔

محمد بن ابراہیم تویجری حفظہ اللہ نے فرمایا:«صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ: هِيَ قِيَامُ رَمَضَانَ أَوَّلَ اللَّيْلِ»[3]''نمازِ تراویح اول رات میں قیامِ رمضان کا نام ہے''۔

---

(1) شرح زاد المستقنع از شنقیطی (۱۰/۵۳)

(2) شرح زاد المستقنع از خلیل (۴۹۷/۱)

(3) موسوعة الفقه الإسلامي (۶۴۶/۲)

شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نمازِ تراویح کو عشا کے بعد فوراً پڑھنا ضروری ہے یا یہ بھی جائز ہے کہ لوگ نمازِ عشا کے بعد تاخیر سے پڑھنے پر اتفاق کر لیں، اس طرح کہ عشا پڑھ کر سب منتشر ہو جائیں پھر دوبارہ اکٹھے ہو کر نمازِ تراویح پڑھیں؟

آپ حفظہ اللہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا: «أَمَّا صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ: فَإِنَّهَا سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ، وَفِعْلُهَا بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَرَاتِبَتِهَا مُبَاشَرَةً، هٰذَا هُوَ الَّذِي عَلَيْهِ عَمَلُ الْمُسْلِمِينَ- أَمَّا تَأْخِيرُهَا -كَمَا يَقُولُ السَّائِلُ- إِلٰى وَقْتٍ آخَرَ، ثُمَّ يَأْتُونَ إِلٰى الْمَسْجِدِ وَيُصَلُّونَ التَّرَاوِيحَ، فَهٰذَا خِلَافُ مَا كَانَ عَلَيْهِ الْعَمَلُ- وَالْفُقَهَاءُ يَذْكُرُونَ أَنَّهَا تُفْعَلُ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَرَاتِبَتِهَا، فَلَوْ أَنَّهُمْ أَخَّرُوهَا، لَا نَقُولُ: إِنَّ هٰذَا مُحَرَّمٌ، وَلٰكِنَّ ہُ خِلَافُ مَا كَانَ عَلَيْهِ الْعَمَلُ، وَهِيَ تُفْعَلُ أَوَّلَ اللَّيْلِ، هٰذَا هُوَ الَّذِي عَلَيْهِ الْعَمَلُ.

أَمَّا التَّهَجُّدُ: فَإِنَّهُ سُنَّةٌ أَيْضًا، وَفِيهِ فَضْلٌ عَظِيمٌ، وَهُوَ قِيَامُ اللَّيْلِ، وَالْقِيَامُ بَعْدَ النَّوْمِ خُصُوصًا فِي ثُلُثِ اللَّيْلِ الْآخِرِ أَوْ فِي ثُلُثِ اللَّيْلِ بَعْدَ نِصْفِهِ، فَهٰذَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، فَهٰذَا فِيهِ فَضْلٌ عَظِيمٌ وَثَوَابٌ كَبِيرٌ»[1] ''جہاں تک نمازِ تراویح کی بات ہے تو یہ سنتِ موکدہ ہے، اور اسے نمازِ عشا اور اس کی سنّتِ موکدہ کے بعد فوراً ادا کیا جانا چاہیے، یہی وہ طریقہ ہے جس پر مسلمانوں کا عمل ہے۔ لیکن نمازِ تراویح کو کسی اور وقت کے لیے موخر کرنا- جیسا کہ سائل کا کہنا ہے-، پھر لوگ مسجد آئیں اور تراویح پڑھیں تو یہ (سلف) کے عمل کے خلاف ہے۔ فقہا نے ذکر کیا ہے کہ تراویح کو نمازِ عشا اور اس کی سنّتِ موکدہ کے بعد پڑھنا چاہیے، اس کے باوجود اگر لوگوں نے اسے موخر کیا تو ہم یہ نہیں کہیں گے کہ یہ حرام ہے، مگر یہ سلف کے عمل کے خلاف ہے، تراویح کو شروع رات میں پڑھا جاتا ہے، اسی پر عمل رہا ہے۔

[1] مجموع فتاوى فضيلة الشيخ صالح بن فوزان(۲/۴۳۴)

البتہ تہجد تو وہ بھی ایک سنت ہے، اس کی بڑی فضیلت ہے، یہ قیام اللیل ہے۔ اور یہ (قیام اللیل) رات کے آخری تہائی حصے میں یا رات کے نصف حصے کے بعد آخری تہائی میں جاگ کر ہوتا ہے، یعنی درمیانی شب میں ہوتا ہے، اس کی بڑی فضیلت اور بڑا ثواب ہے"۔

اسی طرح عبداللہ بن فہد خلیفی نے فرمایا: «وَأَمَّا الصَّحابَةُ، فَكَانَ عَمَلُهُمْ عَلَى الْقِيَامِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ طِوَالَ شَهْرِ رَمَضَانَ، دُونَ أَنْ يَخُصُّوا الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ بِشَيْءٍ مِنَ التَّأْخِيرِ»[1] "جہاں تک بات ہے صحابہ کرام کی تو ماہِ رمضان کے پورے مہینے اول شب میں قیام پر ان کا عمل تھا، آخری عشرے کو بھی تاخیر کے ساتھ خاص نہیں بنایا جاتا تھا"۔

کوکب عبید نے فرمایا: «وَلَا تَفْتَقِرُ الصَّلَاةُ النَّافِلَةُ الْمَنْدُوبَةُ إِلى نِيَّةٍ تُمَيِّزُهَا عَنْ غَيْرِهَا، وَإِنَّمَا تَكْفِي نِيَّةُ الصَّلَاةِ، فَإِذَا وَقَعَتْ فِي الضُّحَى سُمِّيَتْ ضُحًى، وَإِذَا وَقَعَتْ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فِي رَمَضَانَ سُمِّيَتْ تَرَاوِيحَ، وَإِذَا وَقَعَتْ قَبْلَ فَرِيضَةٍ أَوْ بَعْدَهَا كَانَتْ رَاتِبَةً، وَهَكَذَا»[2] "مستحب نفل نماز کے لیے کسی مخصوص نیت کی ضرورت نہیں ہوتی جو اسے دوسری نمازوں سے ممتاز کرے، بلکہ صرف نماز کی نیت کافی ہوتی ہے۔ اگر یہ نماز چاشت کے وقت پڑھی جائے تو اسے "ضحی" کہا جاتا ہے، اگر یہ عشا کی نماز کے بعد رمضان میں پڑھی جائے تو اسے "تراویح" کہا جاتا ہے، اور اگر یہ فرض نماز سے پہلے یا بعد پڑھی جائے تو اسے "راتبہ" کہا جاتا ہے، اور اسی طرح باقی نمازوں کا بھی یہی حکم ہے"۔

فتاوی واستشارات الاسلام الیوم کے مولفین نے مستحب عبادات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: «هَذِهِ هِيَ جُمْلَةُ الْعِبَادَاتِ الْمُسْتَحَبَّةِ، بِالْإِضَافَةِ إِلى مَا يُشْرَعُ فِي رَمَضَانَ مِنْ

---

[1] آپ کا یہ مقالہ انٹرنیٹ پر موجود ہے، رابط کے لیے "حوالہ جات بصورت QR کوڈ" (ص: ۱۶۰) میں QR کوڈ نمبر (۱) کو اسکین کریں۔

[2] فقه العبادات على المذهب المالكي (ص: ۱۹۳)

صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ، وَتُعْقَدُ لَهَا الْجَمَاعَةُ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ، وَهِيَ رَكْعَتَانِ رَكْعَتَانِ»[1]'' یہ کچھ مستحب عبادات ہیں، ساتھ ہی نمازِ تراویح بھی ہے جو رمضان میں مشروع ہے، اس کے لیے نمازِ عشا کے بعد جماعت منعقد کی جاتی ہے، اور یہ نماز دو دو رکعت ہے''۔

فتوی کی ایک مشہور ویب سائٹ (الاسلام سوال وجواب) سے جب اس نوعیت کا سوال پوچھا گیا تو اس کے مفتی صالح منجد نے لکھا: ''تراویح کی نماز کا وقت عشا کے بعد سے طلوع فجر تک ہے، لیکن اگر کوئی آدمی کسی مسجد میں لوگوں کا امام بن کر نماز پڑھا رہا ہو تو بہتر ہے کہ تراویح کی نماز عشا کے بعد پڑھے، آدھی رات یا آخری رات کے لیے موخر کر کے نمازیوں کو مشقت میں نہ ڈالے، کیوں کہ کبھی کوئی سو جائے گا اور اس کی نماز فوت ہو جائے گی، اسی پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے، لوگ عشا کی نماز کے بعد تراویح پڑھ لیا کرتے تھے اسے موخر نہیں کرتے تھے''۔ پھر آپ نے امام احمد رحمہ اللہ کا قول ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ''البتہ اگر کوئی اپنے گھر میں پڑھ رہا ہے تو اسے اختیار ہے، خواہ ابتدائی شب میں پڑھے یا اخیر شب میں''[2]۔

اس توضیح اور اہل علم کے ان اقوال سے ثابت ہوا کہ اگرچہ تراویح کا وقت نمازِ عشا کے بعد سے طلوع فجر تک ممتد ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور اب تک کے سلفِ صالحین با جماعت نمازِ تراویح نمازِ عشا کے فوراً بعد پڑھا کرتے تھے۔ نیز سلف کے یہاں اس میں عشروں کی تفریق نہیں کی جاتی تھی، بلکہ پورے رمضان رات کے ابتدائی حصے میں تراویح پڑھی جاتی تھی، اور اسی میں تمام لوگوں کی مصلحت ہے، کیوں کہ اگر عشا کے بعد

---

(1) فتاوى واستشارات موقع الإسلام اليوم(۴/۴۲۷)

(2) الإسلام سؤال وجواب(IslamQA)فتوی نمبر(۳۷۷۶۸)۔اس فتوے کے رابط کے لیے "حوالہ جات بصورت QR کوڈ"(ص:۱۶۰)میں QR کوڈ نمبر(۷) کو اسکین کریں۔

تراویح کی نماز پڑھی جارہی ہو تو اس میں عوام کا ہر طبقہ شریک ہو سکتا ہے، لیکن اگر اس میں تاخیر کی جائے تو دن بھر محنت کرنے والے مزدور، آفسوں میں تھکنے والے افراد، ضعیف وناتواں حضرات، عورتیں اور بچے شریک نہیں ہو سکتے، اور اگر بہ مشقت شریک ہوں بھی جائیں تو غنودگی اور تھکان کی وجہ سے خشوع وخضوع پیدا نہیں کر سکتے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ (ت ۵۴۴ھ) نے فرمایا:«لِأَنَّ فِي التَّأْخِيرِ تَعْرِيضًا بِأَنْ يَفُوتَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ هَذِهِ الصَّلَاةَ لِغَلَبَةِ النَّوْمِ»[1] ''تراویح کی نماز تاخیر سے پڑھنے میں اندیشہ ہے کہ نیند کے غلبے کی وجہ سے بہت سارے لوگوں کی نماز فوت ہو جائے''۔

---

[1] بدائع الفوائد از ابن قیم الجوزیہ (۱۱۰/۴)

باجماعت نمازِ تراویح اول رات میں افضل ہے

بعض لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ ابتدائی شب میں نمازِ تراویح پڑھنی جائز ہے مگر اخیر رات میں افضل ہے،ان کی یہ بات تنہا نماز پڑھنے والے کے لیے بالکل درست ہے ، لیکن اگر باجماعت نمازِ تراویح کی بات کی جائے توحدیث اور اہل علم کے اقوال کی روشنی میں اسے ابتدائی شب ہی میں پڑھنا افضل ہے۔

حدیث سے مراد ابوذر رضی اللہ عنہ کی گزری ہوئی حدیث ہے، جس میں وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:«إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ» ’’جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے تواس کو ساری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے‘‘۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر گفتگو کے درمیان یہ بات گزری کہ جامعہ ام القریٰ(مکہ مکرمہ) کے استاذ دکتور رویعی راجح رحیلی نے اس حدیث سے اول رات میں نمازِ تراویح کے پڑھنے کی افضلیت پر استدلال کرتے ہوئے اپنے ایک مقالے بعنوان«بَحْثٌ فِيمَا نَسَبَهُ الشَّيْخُ مَنْصُورُ الْبُهُوتِيُّ فِي الرَّوْضِ الْمُرَبعِ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ فِي رَمَضَانَ ، وَتَخْرِيجِهِ ، وَمُنَاقَشَةِ أَهْلِ العِلْمِ فِي ذٰلِكَ» میں فرمایا:«وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ أَيْضًا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ صَلَاةَ التَّرَاوِيحِ جَمَاعَةً أَوَّلَ اللَّيْلِ أَفْضَلُ»[1] ’’یہ ایک صحیح حدیث ہے جو دلالت کرتی ہے کہ باجماعت نمازِ تراویح اول رات میں افضل ہے‘‘۔

(1) مجلة البحوث الإسلامية،عدد٢٦(ص:٢٩٣)

اسی طرح اس کی افضلیت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اسی میں نبی کریم ﷺ، صحابہ اور سلفِ صالحین کی اتباع اور پیروی ہے، اور اہلِ علم نے قاعدہ ذکر کیا ہے کہ اتباع کی وجہ سے عمل کی فضیلت بڑھ جاتی ہے، چناں چہ ابن حجر ہیتمی نے یوم النحر کو خانہ کعبہ میں طواف کرنے کے بعد منی میں آکر ظہر کی نماز پڑھنے کی افضلیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: «(ثُمَّ يَعُودُ إِلَى مِنًى) بِحَيْثُ يُدْرِكُ أَوَّلَ وَقْتِ الظُّهْرِ بِمِنًى حَتَّى يُصَلِّيَهَا بِهَا لِلِاتِّبَاعِ (رَوَاهُ الشَّيْخَانِ)، فَهِيَ بِهَا أَفْضَلُ مِنْهَا بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَإِنْ فَاتَتْهُ مُضَاعَفَتُهُ عَلَى الْأَصَحِّ؛ لِأَنَّ فِي فَضِيلَةِ الِاتِّبَاعِ مَا يَرْبُو عَلَى الْمُضَاعَفَةِ»[1] ”(پھر حاجی منی واپس جائے) تاکہ وہ وہاں ظہر کا اول وقت پائے، اور وہیں (نبی کریم ﷺ کی) اتباع میں نمازِ ظہر ادا کرے (بخاری اور مسلم)۔ کیوں کہ منٰی میں نمازِ ظہر پڑھنا مسجد حرام میں پڑھنے سے افضل ہے، اگرچہ صحیح قول کے مطابق اس سے کئی گنا ثواب کی فضیلت فوت ہو جاتی ہے، کیوں کہ اتباع کی فضیلت کئی گنا ثواب کی فضیلت سے زیادہ ہے“۔

اسی طرح ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے مکے میں رہتے ہوئے گھر میں نفل نماز کی افضلیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: «وَلَا يُنَافِي عُمُومَ التَّضْعِيفِ لِلنَّفْلِ كَوْنُهُ فِي الْبَيْتِ أَفْضَلَ، حَتَّى فِي الْكَعْبَةِ؛ لِلْخَبَرِ الصَّحِيحِ: «أَفْضَلُ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ»، وَذٰلِكَ لِأَنَّ فِي فَضِيلَةِ الِاتِّبَاعِ مَا يَرْبُو عَلَى الْمُضَاعَفَةِ»[2] ”خانہ کعبہ میں نفل نماز کے اجر کا زیادہ ہونا اس کے گھر میں پڑھنے کی افضلیت کے خلاف نہیں ہے، چاہے وہ خانہ کعبہ ہی میں کیوں نہ ہو، کیوں کہ صحیح حدیث میں ہے: ”آدمی کی سب سے افضل نماز اس

---

[1] تحفة المحتاج في شرح المنهاج (۱۲۲/۴)

[2] مرقاة المفاتيح (۳۹۵/۲)

کے گھر میں ہے سوائے فرض نماز کے''، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اتباع کی فضیلت مضاعفے (کئی گنا ثواب) کی فضیلت سے بڑھ کر ہے''۔

اسی طرح محمد بن سلیمان کردی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۹۴ھ) نے میقاتِ مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام کی افضلیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: «وَمِنْهُ: الإِحْرَامُ مِمَّا أَحْرَمَ مِنْهُ ﷺ؛ لِيَنَالَ فَضِيلَةَ مَشَقَّةِ مُصَابَرَةِ الإِحْرَامِ مِنْ أَبْعَدِ الْمَوَاقِيتِ. وَأَيْضًا يَنَالُ فَضِيلَةَ اتِّبَاعِهِ ﷺ بِالإِحْرَامِ مِنْهُ، فَهِيَ تَرْبُو عَلَى كُلِّ فَضِيلَةٍ. أَلَا تَرَى إِلى قَوْلِ أَئِمَّتِنَا بِتَفْضِيلِ الْحَجِّ رَاكِبًا عَلَى الْحَجِّ مَاشِيًا، مَعَ مَا وَرَدَ فِيهِ مِنَ الْفَضْلِ مِمَّا لَمْ يُورَدْ مِثْلُهُ فِي حَقِّ الرَّاكِبِ؟ قَالُوا: لَكِنْ فِي فَضِيلَةِ الِاتِّبَاعِ مَا يَرْبُو عَلَى ذٰلِكَ. وَبِتَفْضِيلِ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِمِنًى يَوْمَ النَّحْرِ عَلَيْهَا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَكَيْفَ بِمَا حَوَى فَضِيلَتَيْ الِاتِّبَاعِ وَعِظَمِ الْمَشَقَّةِ؟»[1] ''(مدینہ کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ) وہاں سے احرام باندھنا جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا تھا، تاکہ احرام کی مشقت کی فضیلت حاصل کی جا سکے، (کیوں کہ میقاتِ مدینہ) سب سے دور ترین میقات ہے۔ اور اس کے علاوہ (وہاں سے احرام باندھنے پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی فضیلت بھی حاصل ہو، جو کہ ہر فضیلت سے بڑھ کر ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہمارے ائمہ نے یہ کہا کہ سوار ہو کر حج کرنا پیادہ حج کرنے سے افضل ہے، حالاں کہ پیدل حج کرنے کے بارے میں جو فضیلت آئی ہے وہ سوار ہو کر حج کرنے والے کے بارے میں نہیں آئی؟ علما نے (اس کے جواب میں) کہا: لیکن اتباع کی فضیلت میں ایسی بات ہے جو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور اسی طرح اہل علم نے یوم النحر کو مسجد حرام میں

---

[1] الحاشية الكبرى المسماة بالمواهب المدنية از محمد بن سلیمان کردی (۴/۶۰۴)، نیز دیکھیے: إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين از ابو بکر دمیاطی (۳/۲۴۲)

نمازِ ظہر پڑھنے کی بہ نسبت منی میں ظہر کی نماز کی افضلیت پر گفتگو کی ہے، اس لیے (مدینہ سے احرام باندھنے میں) اتباع اور مشقت کی فضیلت کا کیا کہنا''؟!

ان اقوال میں یوم النحر کو مسجد حرام کی بنسبت منیٰ میں نمازِ ظہر، خانہ کعبہ کی بجائے گھر میں نفل نماز اور تمام مواقیت کی بنسبت میقاتِ اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھنے کو اہلِ علم نے صرف اس وجہ سے افضل قرار دیا کیوں کہ ان اعمال میں نبی کریم ﷺ کی اتباع پائی جارہی ہے، حالاں کہ جن اعمال پر ان چیزوں کو افضل قرار دیا گیا ان کی افضلیت نصوص صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ نبی کریم ﷺ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اخیر رات میں قیام اللیل کو افضل قرار دیا ہے، لیکن چوں کہ ان کا عمل باجماعت نمازِ تراویح پڑھنے کے سلسلے میں ابتدائی شب کا ہے اسی وجہ سے اہل علم نے ابتدائی شب میں باجماعت نمازِ تراویح کو افضل قرار دیا ہے۔

ذیل میں چند علما کے اقوال پیش کیے جارہے ہیں:

یوسف بن حسین ابن المبرد رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۹ھ) نے فرمایا: «وَصَلَاةُ التَّرَاوِيحِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ فِي الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ تَأْخِيرِهَا إِلى آخِرِ اللَّيْلِ وَيُصَلِّيهَا وَحْدَهُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ» (1) ''نمازِ تراویح اول شب میں جماعت کے ساتھ پڑھنا اخیر رات تک موخر کرکے تنہا پڑھنے سے افضل ہے، واللہ اعلم''۔

ابو النجا شرف الدین موسیٰ بن احمد مقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۹۶۸ھ) نے فرمایا: «وَوَقْتُهَا بَعْدَ الْعِشَاءِ وَسُنَّتِهَا قَبْلَ الْوِتْرِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي، وَفِعْلُهَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَوَّلَ اللَّيْلِ

---

(1) محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب(۳۵۰/۱)

أَفْضَلُ»[1] ''(نمازِ تراویح) کا وقت عشا اور اس کی سنت کے بعد وتر سے پہلے فجر دوم کے طلوع تک ہے، اور تراویح مسجد میں اور اول رات میں افضل ہے''۔

تقی الدین محمد ابن النجار رحمہ اللہ (۹۷۲ھ) نے فرمایا: «وَوَقْتُهَا بَيْنَ سُنَّةِ عِشَاءٍ وَوِتْرٍ، وبِمَسْجِدٍ وأَوَّلَ اللَّيْلِ أَفْضَلُ»[2] ''نمازِ تراویح کا وقت عشا کی سنت اور وتر کے درمیان ہے، اور یہ نماز ابتدائی شب میں مسجد میں افضل ہے''۔

اسی طرح احمد زین الدین ملیباری رحمہ اللہ (متوفی ۹۸۷ھ) نے فرمایا: «وَفِعْلُهَا أَوَّلَ الْوَقْتِ أَفْضَلُ مِنْ فِعْلِهَا أَثْنَاءَهُ بَعْدَ النَّوْمِ»[3] ''نمازِ تراویح کو اول وقت میں ادا کرنا نیند کے بعد درمیانی رات میں ادا کرنے سے بہتر ہے''۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اگر لوگ اخیر رات میں وتر (یعنی نمازِ تراویح مع وتر) پڑھنے پر اتفاق کر لیں تو؟ آپ نے جواباً فرمایا: «صَلَاتُهُمْ مُجْتَمِعِينَ أَوَّلَ اللَّيْلِ أَفْضَلُ مَعَ النَّاسِ»[4] ''اول شب میں لوگوں کے ساتھ باجماعت نماز پڑھنی افضل ہے''۔

دکتور وہبہ زحیلی حفظہ اللہ نے فرمایا: «وَفِعْلُهَا أَوَّلَ اللَّيْلِ أَفْضَلُ، لِأَنَّ النَّاسَ كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ أَوَّلَهُ»[5] ''نمازِ تراویح اول شب میں افضل ہے، کیوں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ اول شب ہی میں قیام کرتے تھے''۔

---

[1] الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل (۱/۱۴۷)

[2] منتهى الإرادات(۱/۲۶۹)

[3] فتح المعين بشرح قرة العين بمهمات الدين (ص:۱۶۸)

[4] الحلل الإبريزية من التعليقات البازية على صحيح البخاري(۲/۱۶۵)

[5] الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ(۲/۱۰۹۱)

جامعہ ام القریٰ (مکہ مکرمہ) کے استاذ دکتور رویعی راجح رحیلی نے اس حدیث سے یہی استدلال کرتے ہوئے اپنے ایک مقالے بعنوان "بَحْثٌ فِيمَا نَسَبَهُ الشَّيْخُ مَنْصُورٌ البُهُوتِيُّ فِي الرَّوْضِ المُرَبعِ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ فِي رَمَضَانَ، وَتَخْرِيجِهِ، وَمُنَاقَشَةِ أَهْلِ العِلْمِ فِي ذٰلِكَ" میں فرمایا: «وَلٰكِنَّ أَهْلَ العِلْمِ سِوَى الطَّحَاوِيِّ جَنَحُوا إِلٰى مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، حِينَ أَمَرَ أَنْ تُقَامَ صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ جَمَاعَةً فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَكُلُّهُمْ نَصَّ عَلَى أَنَّ ذٰلِكَ أَفْضَلُ، أَعْنِي أَبَا حَنِيفَةَ وَمَالِكًا وَالشَّافِعِيَّ وَأَحْمَدَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ، وَقَدْ نُقِلَ عَنِ الإِمَامِ مَالِكٍ رِوَايَةٌ غَيْرُ مُعْتَمَدَةٍ فِي المَذْهَبِ: بِأَنَّ صَلَاتَهَا فِي البَيْتِ أَفْضَلُ، وَلٰكِنَّ أَصْحَابَهُ بَيَّنُوا بِأَنَّ المُرَادَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى هَذِهِ الرِّوَايَةِ مَشْرُوطٌ بِمَنْ قَوِيَ عَلَيْهَا، وَلَيْسَ كُلُّ النَّاسِ يَقْوَى عَلَيْهَا، وَبِأَنَّهُ مَشْرُوطٌ بِمَا إِذَا كَانَتِ المَسَاجِدُ لَمْ تُعَطَّلْ مِنْ جَرَّاءِ ذٰلِكَ، وَإِلَّا كَانَتِ الصَّلَاةُ فِي البَيْتِ مُنْفَرِدًا مَفْضُولَةً» ''امام طحاوی کے علاوہ تمام اہل علم اسی طرف مائل ہیں جس طرف عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مائل تھے، جب کہ آپ نے حکم دیا کہ تراویح کی نماز پہلی رات کے آغاز میں جماعت کے ساتھ پڑھی جائے، اور تمام علمائے کرام نے بیان کیا ہے کہ یہی افضل ہے، یعنی امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ۔ امام مالک سے ایک روایت نقل کی گئی ہے جو مذہبِ مالکی میں معتبر نہیں ہے کہ نمازِ تراویح گھر میں پڑھنا بہتر ہے، مگر ان کے شاگردوں نے اس کی وضاحت کی کہ اس کا مقصد صرف وہ لوگ ہیں جو اس پر قادر ہوں، کیوں کہ ہر شخص اس کی قوت نہیں رکھتا، اور یہ بھی شرط ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے سے مسجدیں ویران نہ ہوں، ورنہ اکیلے گھر میں پڑھنا کم تر ہوگا''۔

آپ نے آگے چل کر مزید فرمایا: «وَالَّذِي يَظْهَرُ مِمَّا سَبَقَ أَنَّ حُجَّةَ مَنْ يَقُولُ: بِأَنَّ صَلَاةَ التَّرَاوِيحِ الأَفْضَلُ أَنْ تُصَلَّى جَمَاعَةً فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ هِيَ الرَّاجِحَةُ، وَهٰذَا مَذْهَبُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ؛ لِأَنَّهُ مِنَ المُسْتَبْعَدِ أَنْ يَأْمُرَ بِذٰلِكَ وَيَحُثَّ النَّاسَ عَلَيْهِ وَغَيْرُهُ أَفْضَلُ

مِنْهُ، وَيَكْفِينَا فِي تَرْجِيحِ ذٰلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ ذٰلِكَ، وَشَاهَدَ مَنْ فَعَلَهُ وَلَمْ يُنْكِرْهُ، وَلَوْلَا خَشْيَةُ أَنْ تُفْرَضَ لَاسْتَمَرَّ عَلَى ذٰلِكَ ﷺ، بَلْ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعَلَ ذٰلِكَ بِمُشَاهَدَةِ الصَّحَابَةِ، وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ مِنْهُمْ أَحَدٌ، وَقَالَ فِي ذٰلِكَ: «نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ»، عَلَى مَا سَيَأْتِي، وَهٰذَا مَا دَرَجَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ فِي الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيفَيْنِ وَغَيْرِهِمَا إِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا»[1]"جو کچھ اوپر بیان کیا گیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی دلیل زیادہ مستند ہے جو کہتے ہیں کہ تراویح کی نماز کا جماعت کے ساتھ شروع رات میں پڑھنا افضل ہے، عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طریقہ تھا؛ کیوں کہ یہ بعید ہے کہ وہ (شروع رات میں نمازِ تراویح پڑھنے) کا حکم دیں اور لوگوں کو اس پر آمادہ کریں حالاں کہ اس کے مقابلے میں کوئی اور طریقہ بہتر ہو۔ اور ہمیں اس کی ترجیح کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا، اور آپ ﷺ نے لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا مگر انکار نہیں کیا، اور اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ فرض نہ کر دی جائے تو آپ ﷺ اس پر مسلسل عمل کرتے۔ بلکہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ عمل صحابہ کرام کی موجودگی میں کیا لیکن پھر بھی ان میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، اور اس بارے میں آپ نے فرمایا: "یہ بہترین بدعت ہے"، جیسا کہ آگے آئے گا۔ اور اسی طریقے کو حرمین شریفین اور دیگر جگہوں پر مسلمانوں نے آج تک اختیار کیا ہے"۔

---

[1] مجلة البحوث الإسلامية، عدد ۲۶، (ص: ۲۹۴-۲۹۷)

آخری رات میں باجماعت نمازِ تراویح موخر کرنا درست نہیں ہے

اہل علم کی ان تمام تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ باجماعت نمازِ تراویح کا وقت نمازِ عشا اور اس کی سنتِ موکدہ سے فراغت کے بعد فوراً ہے، اور پورے رمضان خواہ وہ آخری عشرہ ہی کیوں نہ ہو اسے نصف یا اخیر رات تک کے لیے موخر کرنا درست نہیں ہے، ابو عبدالرحمن بن عیسی باتنی نے کہا: «إِنَّ القَوْلَ بِجَوَازِ تَأْخِيرِ التَّرَاوِيحِ إِلٰى آخِرِ اللَّيْلِ فِيهِ مُخَالَفَةٌ لِمَا جَرَى عَلَيْهِ عَمَلُ المُسْلِمِينَ، وَلِهٰذَا لَمَّا سُئِلَ الإِمَامُ أَحْمَدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَنْ تَأْخِيرِ التَّرَاوِيحِ إِلٰى آخِرِ اللَّيْلِ، أَجَابَ بِأَنَّ سُنَّةَ المُسْلِمِينَ أَحَبُّ إِلَيْهِ، وَهِيَ الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ، كَمَا سَبَقَ النَّقْلُ عَنْهُ. وَقَدْ سُئِلَ قَبْلَهُ الحَسَنُ البَصْرِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، كَمَا قَالَ عِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ: أَرْسَلْتُ إِلٰى الحَسَنِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ صَلَاةِ العِشَاءِ فِي رَمَضَانَ: أَنُصَلِّي ثُمَّ نَرْجِعُ إِلٰى بُيُوتِنَا فَنَنَامُ، ثُمَّ نَعُودُ بَعْدَ ذٰلِكَ؟ فَأَبَى، قَالَ: لَا، صَلَاةُ العِشَاءِ ثُمَّ القِيَامُ. فَإِذَا كَانَ تَأْخِيرُ التَّرَاوِيحِ كُلِّهِ لَيْسَ مِنْ عَمَلِ المُسْلِمِينَ، فَمِنْ بَابِ أَوْلَى التَّعْقِيبُ»[1] "نمازِ تراویح کو اخیر رات تک موخر کرنے کے جواز کا قول مسلمانوں کے عمل کے خلاف ہے، اسی وجہ سے جب امام احمد رحمہ اللہ سے تراویح کو اخیر رات تک موخر کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ مسلمانوں کا طریقہ مجھے زیادہ پسند ہے، جو کہ پہلی رات میں نماز پڑھنا ہے، جیسا کہ ان کا یہ قول نقل کیا گیا۔ اسی طرح آپ سے پہلے امام حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی یہی سوال کیا گیا، جیسا کہ عمران بن حدیر نے کہا: "میں نے کسی کو حسن بصری کے پاس بھیجا اور ان سے رمضان میں عشا کی نماز کے بارے میں سوال کیا: کیا ہم نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو واپس جا کر سو جائیں، پھر اس کے بعد دوبارہ آئیں؟" تو انھوں نے انکار کیا اور کہا: "نہیں، عشا

---

[1] ضياء المصابيح تجلية حكم صلاة التهجد جماعة بعد التراويح (ص:٩٢)

کی نماز پڑھنی ہے پھر قیام کرنا ہے''۔ چناں چہ جب تراویح کو مکمل طور پر موخر کرنا مسلمانوں کا عمل نہیں ہے، تو بدرجۂ اولی تعقیب مناسب نہیں ہے[1]''۔

---

(1) تعقیب یعنی مکمل نمازِ تراویح پڑھنے کے بعد اخیر رات میں دوبارہ باجماعت قیام کرنا۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا موقف

گزشتہ سطور میں میں نے ابتداے اسلام سے اب تک کے اہل علم، فقہا اور محدثین کے اقوال کو پیش کیا جن کا حاصل یہ تھا کہ تمام اہلِ علم اس پر متفق ہیں کہ باجماعت نمازِ تراویح کی ابتدا بعد نمازِ عشا فوراً ہونی چاہیے، اور اس بحث کے دوران مجھے کسی بھی متقدم یا متاخر عالم کا کوئی ایسا قول نہیں ملا کہ باجماعت نمازِ تراویح کو تاخیر سے بھی پڑھا جا سکتا ہے، اس طرح کہ لوگ بعد نمازِ عشا اپنے گھروں کو چلے جائیں پھر درمیانی یا اخیر شب میں مسجد واپس آکر باجماعت قیام اللیل کریں۔ بلکہ حسن بصری اور امام احمد رحمہما اللہ نے تو اس عمل سے بصراحت منع کیا ہے۔

لیکن معاصرین اہلِ علم میں سے شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے کچھ فتووں سے اس کی اجازت معلوم ہو رہی ہے، چناں چہ آپ سے سوال پوچھا گیا کہ ماہِ رمضان میں مرد کا اپنے گھر میں تنہا تراویح پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور اس کی رکعات کی تعداد کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:«قِيَامُ رَمَضَانَ سُنَّةٌ فِي المَسَاجِدِ، يَقُولُ ﷺ: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ». كَوْنُهُ يَقُومُ رَمَضَانَ مَعَ إِخْوَانِهِ فِي المَسَاجِدِ أَفْضَلُ، وَإِنْ صَلَّى فِي بَيْتِهِ فَلَا حَرَجَ، وَلَيْسَ لَهَا حَدٌّ مَحْدُودٌ، لَكِنِ الأَفْضَلُ إِحْدَى عَشْرَةَ، أَوْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، هٰذَا الأَفْضَلُ، وَإِنْ صَلَّى أَكْثَرَ: عِشْرِينَ وَالوِتْرَ، ثَلَاثِينَ وَالوِتْرَ، أَرْبَعِينَ وَالوِتْرَ فَمَا فِيهِ حَرَجٌ وَالحَمْدُ لِلّٰهِ، لَكِنْ أَفْضَلُهَا هُوَ مَا فَعَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ: إِحْدَى عَشْرَةَ أَوْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، هٰذَا كَثِيرٌ مَا وَرَدَ عَنْهُ ﷺ، يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ اثْنَتَيْنِ، وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ، هٰذَا هُوَ الأَفْضَلُ، سَوَاءٌ صَلَّاهَا فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ، أَوْ فِي وَسَطِ اللَّيْلِ، أَوْ فِي آخِرِ اللَّيْلِ، أَوْ فَرَّقَهَا، صَلَّى بَعْضَهَا فِي أَوَّلِهِ، وَبَعْضَهَا فِي وَسَطِهِ، أَوْ بَعْضَهَا فِي أَوَّلِهِ، وَبَعْضَهَا فِي آخِرِهِ، كُلُّ هٰذَا لَا حَرَجَ فِيهِ. وَهَكَذَا فِي المَسَاجِدِ، إِذَا صَلَّوْهَا جَمِيعًا فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ، أَوْ صَلَّوْهَا فِي آخِرِ اللَّيْلِ،

أَوْ بَعْضَهَا فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَبَعْضَهَا فِي آخِرِ اللَّيْلِ، كُلُّ هٰذَا بِحَمْدِ اللّٰهِ لَا حَرَجَ فِيهِ، الأَمْرُ مُوَسَّعٌ؛ لِأَنَّ الرَّسُولَ ﷺ مَا شَرَطَ شَيْئًا، قَالَ: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ». وَلَمَّا دَخَلَتِ العَشْرُ أَحْيَاهَا كُلَّهَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، فَالأَمْرُ فِي هٰذَا وَاسِعٌ، إِذَا أَحْيَا العَشْرَ كُلَّهَا مِنْ أَوَّلِهَا إِلَى آخِرِهَا فَهٰذَا أَفْضَلُ، وَإِنِ اسْتَرَاحَ بَيْنَهَا لَا بَأْسَ، وَإِذَا صَلَّى التَّرَاوِيحَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ، أَوِ اتَّفَقُوا عَلَى أَنْ يُصَلُّوهَا فِي آخِرِ اللَّيْلِ، كُلُّ ذٰلِكَ لَا بَأْسَ بِهِ، الحَمْدُ لِلّٰهِ»[1] ''مسجدوں میں قیامِ رمضان سنت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص رمضان میں ایمان اور نیتِ ثواب کے ساتھ قیام کرتا ہے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں''۔ رمضان میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مسجد میں تراویح پڑھنا افضل ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے گھر میں بھی پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کی کوئی مخصوص تعداد نہیں ہے، لیکن بہترین تعداد گیارہ یا تیرہ رکعت ہے، یہی بہتر ہے، اور اگر کوئی شخص اس سے زیادہ پڑھ لے، جیسے بیس رکعات اور وتر، تیس رکعات اور وتر، یا چالیس رکعات اور وتر، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، الحمد للہ۔ تاہم، سب سے بہتر وہی ہے جو نبی ﷺ نے کیا، یعنی گیارہ یا تیرہ رکعات، نبی ﷺ سے سب سے زیادہ یہی ثابت ہے، ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر پڑھتے، یہ سب سے بہتر ہے۔

چاہے نماز رات کے آغاز میں پڑھے، درمیانی رات میں یا اخیر رات میں ان کو تقسیم کر کے پڑھے، جیسے کچھ رکعات پہلے، کچھ درمیان میں، اور کچھ اخیر میں، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح مساجد میں بھی اگر تراویح سب ایک ساتھ شروع رات میں پڑھیں، یا اخیر رات میں، یا کچھ حصہ ابتدائی رات میں اور کچھ اخیر رات میں پڑھیں، تو اس میں بھی کوئی حرج

---

[1] فتاوى نور على الدرب (۹/۴۷۷-۴۷۶)

نہیں ہے، الحمدللہ۔ معاملہ وسیع اور گنجائش کا حامل ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی خاص شرط نہیں رکھی، بس فرمایا: ”جو شخص رمضان میں قیام کرے“۔

اسی طرح جب رمضان کی آخری دس راتیں آتیں تو رسول اللہ ﷺ دسوں راتوں کو عبادت سے آباد کرتے۔ اس لیے اس معاملے میں گنجائش ہے۔ اگر کوئی شخص پورا عشرہ عبادت کرے، تو یہ افضل ہے، اور اگر درمیان میں آرام کرلے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، اور اگر تراویح پہلی رات میں پڑھی جائے، یا یہ طے کیا جائے کہ اخیر رات میں پڑھی جائے، تو اس میں بھی کوئی مسئلہ نہیں، الحمدللہ“۔

اسی طرح آپ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ اگر کچھ لوگ یہ کہیں کہ شروع رات کی بجائے ہم اکٹھے ہو کر اخیر رات میں نمازِ تراویح پڑھیں؟ تو آپ نے فرمایا: «الصَّلَاةُ مَعَ النَّاسِ فِي المَسَاجِدِ أَفْضَلُ؛ لِأَنَّهَا صَارَتْ شِعَارًا؛ النَّبِيُّ صَلَّى بِهِمْ بَعْدَ صَلَاةِ العِشَاءِ لِأَنَّهَا أَرْفَقُ بِالنَّاسِ» ”مسجدوں میں لوگوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنی افضل ہے، کیوں کہ یہ شعار بن چکا ہے، نبی ﷺ نے صحابہ کو عشا کے بعد نماز پڑھائی، کیوں کہ یہ لوگوں کے لیے آرام دہ ہے“۔

پھر پوچھا گیا کہ اگر کوئی جماعت امام کے ساتھ اخیر رات میں نمازِ تراویح پڑھنے پر اتفاق کرلے تو؟ اس پر آپ نے فرمایا: «لَوْ كَانُوا فِي قَرْيَةٍ خَاصَّةٍ لَا مَانِعَ؛ لِأَنَّ آخِرَ اللَّيْلِ أَفْضَلُ، لَكِنْ قَدْ يَكُونُ هُنَاكَ مَسَاجِدُ، قَدْ يَكُونُ فِيهِ مَشَقَّةٌ عَلَى النَّاسِ، هٰذَا يَقْتَدِي بِهٰذَا وَهٰذَا يَقْتَدِي بِهٰذَا؛ فَيَشُقُّ عَلَى النَّاسِ... خُرُوجُهُ ﷺ وَكَانُوا فِي المَسْجِدِ، فَخَرَجَ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ يُصَلِّي فَصَلَّوْا مَعَهُ، مَا كَانَ ابْتِدَاءً مِنْ حِينَ صَلَّى العِشَاءَ، بَلْ قَدْ دَخَلَ بَيْتَهُ ثُمَّ

خَرَجَ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ»[1] اگروہ لوگ کسی ایک خاص بستی میں ہیں تو کوئی حرج نہیں، کیوں کہ اخیر رات افضل ہے۔ لیکن گاؤں میں کئی مسجدیں ہو سکتی ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں کو مشقت ہو سکتی ہے، یہ اس کی اقتدا کرے گا وہ اس کی تو لوگ مشقت میں پڑ جائیں گے۔ نبی ﷺ درمیانی رات میں صحابہ کرام کے پاس آئے، آپ نے نماز پڑھی اور صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے عشا کے بعد فوراً شروع نہیں کیا تھا، بلکہ آپ گھر گئے تھے پھر درمیانی شب میں نکلے تھے۔

ان دونوں فتووں سے معلوم ہوا کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اخیر رات میں باجماعت نمازِ تراویح پڑھنے کی اجازت دی ہے، لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اس کی اجازت مطلقاً نہیں دی ہے، بلکہ جب اس سوال پر اصرار کیا گیا تو آپ نے خدشے کے اظہار کے ساتھ اجازت کی بات کی ہے، چناں چہ آپ نے کہا کہ اگر کسی گاؤں میں کوئی ایک مسجد ہو اور وہاں کے لوگ اخیر رات میں نمازِ تراویح کو موخر کرنے پر اتفاق کرلیں تو کوئی حرج کی بات نہیں، لیکن پھر آپ نے خدشے کا اظہار کیا کہ اگر گاؤں میں کئی مسجدیں ہوں اور اجازت دے دی جائے تو لوگ ایک دوسرے کی ایسی اقتدا کریں گے کہ عوام مشقت میں پڑ جائے گی۔ اور شیخ رحمہ اللہ نے جس دور اندیشی سے اس خدشے کو ظاہر کیا تھا آج ہم اس کو حقیقی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ لوگوں کی اُس مصلحت اور آسانی سے چشم پوشی کرتے ہوئے جس کا خیال نبی ﷺ، عمر رضی اللہ عنہ اور چودہ صدیوں کے علما و فقہا نے رکھا تھا تقریباً علاقے کی ساری مسجدوں کے افراد نمازِ تراویح کی تاخیر کی طرف مائل نظر آرہے ہیں، وہ بھی

---

[1] یہ فتویٰ آپ کی ویب سائٹ پر موجود ہے، جس کے رابطہ کے لیے "حوالہ جات بصورت QR کوڈ" (ص:۱۶۰) میں نمبر (۲) کا QR کوڈ اسکین کریں۔

صرف آخری عشرے میں، اور اس ضمن میں بعض مصلیوں کی جانب سے ہونے والی شکایات کو بھی یکسر نظرانداز کیا جارہاہے، تو اس امر میں مشقت کے جس اندیشے کا اظہار شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کیا تھا وہ مشقت بن کر اب لوگوں کی نظروں کے سامنے ہے۔

مزید برآں جواز کے لیے شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے جس دلیل کا سہارا لیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے، یعنی آپ نے درمیانی شب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکل کر نمازِ تراویح پڑھانے کو تاخیر کے لیے دلیل بنایا ہے، حالاں کہ سابقہ سطور میں اس پر مفصل بحث گزری کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشا کے بعد فوراً نمازِ تراویح پڑھائی تھی، اور اس ضمن میں جوف اللیل کے لفظ سے پیدا ہونے والے اشکال کا بھی تشفی بخش جواب دیا گیا ہے۔

پھر یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے علماے سلف کی ہم نوائی کرتے ہوئے اپنے دوسرے فتووں میں باجماعت نمازِ تراویح کو ابتدائی رات ہی میں افضل قرار دیا ہے۔ چناں چہ آپ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اگر لوگ اخیر رات میں وتر (یعنی نمازِ تراویح مع وتر) پڑھنے پر اتفاق کر لیں تو؟ آپ نے جواباً فرمایا: «صَلَاتُهُمْ مُجْتَمِعِينَ أَوَّلَ اللَّيْلِ أَفْضَلُ مَعَ النَّاسِ»[1] ”اول شب میں لوگوں کے ساتھ باجماعت نماز پڑھنی افضل ہے“۔

اسی طرح ایک مرتبہ جب آپ سے کسی نے پوچھا کہ کیا میں نمازِ تراویح کو اخیر رات کے لیے موخر کر سکتا ہوں تو آپ نے فرمایا: «نَعَمْ، لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ، إِذَا تَيَسَّرَ هٰذَا فَهُوَ أَفْضَلُ آخِرَ اللَّيْلِ، وَلٰكِنِ الْمُسْلِمُونَ يُصَلُّونَهَا أَوَّلَ اللَّيْلِ؛ لِأَنَّهُ أَنْشَطُ لَهُمْ، وَأَقْرَبُ إِلَى الْقِيَامِ بِهَا؛ لِأَنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَوْ نَامَ مَا قَامَ فِي آخِرِ اللَّيْلِ، فَالْمَقْصُودُ أَنَّهُ إِذَا تَيَسَّرَ أَنْ تُؤَدَّى فِي

---

[1] الحلل الإبريزية من التعليقات البازية على صحيح البخاري(٢/١٦٥)

آخِرِ اللَّيْلِ فَذٰلِكَ أَفْضَلُ»[1] ''ہاں،اس میں کوئی حرج نہیں ہے،اگر یہ ممکن ہو تو اخیر رات میں پڑھنا بہتر ہے، لیکن مسلمان عموماً ابتدائی رات میں تراویح پڑھتے ہیں کیوں کہ یہ ان کے لیے زیادہ آرام دہ اور قیام کے لیے قریب تر ہوتا ہے۔ کیوں کہ بہت سے لوگ اگر سو جائیں تو اخیر رات میں قیام نہیں کر پاتے۔ لہذا مقصد یہ ہے کہ اگر اخیر رات میں پڑھنا ممکن ہو تو وہ بہتر ہے''۔

اس فتوے میں آپ نے مستفتی کو اخیر رات میں نمازِ تراویح پڑھنے کی اجازت دی، جو بلا شبہ تنہا شخص کے لیے افضل ہے، لیکن پھر آپ نے یہ فرمایا کہ مسلمانوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ لوگ ابتدائی شب میں نمازِ تراویح پڑھتے تھے، گویا آپ نے اس کو اول رات میں باجماعت نمازِ تراویح پڑھنے کی ترغیب دی۔

خلاصہ یہ کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے باجماعت نمازِ تراویح کو موخر کرنے کی اجازت مطلقاً نہیں دی ہے، بلکہ آپ نے کچھ خدشات کا بھی اظہار کیا ہے، اور جن خدشات کا آپ نے اظہار کیا وہ حقیقت بن کر سامنے آرہے ہیں۔

ایک اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے جواز کا یہ فتویٰ متقدمین سلف خصوصاً حسن بصری اور امام احمد رحمہما اللہ کے دیے ہوئے فتوے کے بر خلاف ہے، کیوں کہ آپ دونوں نے بڑی وضاحت کے ساتھ تاخیر سے منع کیا ہے، اور معلوم ہے کہ اگر متقدمین اور متاخرین کے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف ہو تو متقدمین سلف کے قول کو متاخرین پر فوقیت حاصل ہو گی، واللہ اعلم۔

---

[1] فتاوی نور علی الدرب(۹/۷۹ء۴)

شیخ البانی رحمہ اللہ کا موقف

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ کے بھی ایک قول سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے بھی نمازِ تراویح کو تاخیر سے پڑھنے کی اجازت دی ہے، چناں چہ ایک درس میں سائل نے آپ سے سوال کیا: «هَلِ الحَدِيثُ صَحِيحٌ لَمَّا عُمَرُ جَمَعَهُمْ فِي القِيَامِ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ قَالَ: "وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا خَيْرٌ"؟» ”کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو ایک امام کے پیچھے اکٹھا کیا تو کہا: ”رات کا وہ وقت جس میں یہ سوتے ہیں وہ وقت افضل ہے“؟“ تو آپ نے فرمایا: «أَي نَعَمْ، فِي الْبُخَارِيِّ هٰذَا» ”جی ہاں، یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے“۔

سائل نے پھر پوچھا: «طَيِّبٌ، وَمَعَ حَدِيثِ الرَّسُولِ ﷺ أَنَّ الَّذِي يَقُومُ مَعَ إِمَامِهِ كُتِبَتْ لَهُ بَقِيَّةُ لَيْلَتِهِ، مَا هُوَ وَجْهُ الْجَمْعِ بَيْنَ...؟» ”جی اچھا، تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کہ جو شخص اپنے امام کے ساتھ قیام کرتا ہے تو اس کے لیے اس رات کے باقی حصے کا بھی ثواب لکھا جاتا ہے، ان دونوں کے درمیان تطبیق کی صورت کیا ہو گی“؟

شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا: «لَا مَا فِيهِ خِلَافٌ، الَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا مِنْ حَيْثُ الْوَقْتُ، بِمَعْنَى لَوْ كَانَ هُنَاكَ إِمَامُ مَسْجِدٍ وَجَمَاعَةُ الْمَسْجِدِ اتَّفَقُوا مَعَ الْإِمَامِ أَنْ يُؤَخِّرُوا صَلَاةَ الْقِيَامِ إِلَى آخِرِ اللَّيْلِ، هُنَا جَمَعَ هٰذَا الْإِمَامُ وَجَمَاعَتُهُ بَيْنَ الْفَضِيلَتَيْنِ: فَضِيلَةِ الْجَمَاعَةِ، وَفَضِيلَةِ الْوَقْتِ، وَهٰذَا الْوَقْتُ هُوَ الَّذِي رَمَى إِلَيْهِ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَهُوَ لَا يُرِيدُ أَنْ يَقُولَ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ. وَالْحَقِيقَةُ أَنَّ الْإِسْلَامَ بِيُسْرِهِ مِنْ جِهَةٍ وَشُمُولِهِ مِنْ جِهَةٍ أُخْرَى تَتَجَلَّى عَظَمَتُهُ فِي التَّشْرِيعِ، فَهُوَ يُلْفِتُ النَّظَرَ إِلَى بَعْضِ الْعِبَادَاتِ مِنْ زَاوِيَةٍ، وَيُلْفِتُ النَّظَرَ إِلَى عِبَادَاتٍ أُخْرَى مِنْ زَاوِيَةٍ أُخْرَى، هُنَا يَحْدُثُ مُوَازَنَةٌ بَيْنَ هَذِهِ الْفَضِيلَةِ وَتِلْكَ الْفَضِيلَةِ، وَالنَّاسُ فِي مِثْلِ هٰذَا قَدْ يَخْتَلِفُونَ كَثِيرًا، أَنْتَ ذَكَرْتَ آنِفًا عَنْ شَيْخِ الْإِسْلَامِ

ابْنِ تَيْمِيَّةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَهٰذَا مِنْ دَقَائِقِ عِلْمِهِ، وَكَثِيرًا مَا نَسْتَفِيدُ مِنْهُ لِلْإِجَابَةِ عَنْ بَعْضِ الْمَسَائِلِ الَّتِي تَبْدُو أَنَّهَا مِنَ الْمَشَاكِلِ»[1] ''اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، وہ وقت جس میں لوگ سوجاتے ہیں، یعنی اگر مسجد کا امام اور مسجد کی جماعت آپس میں اتفاق کرتے ہیں کہ وہ قیام کو آخری رات تک موخر کریں گے، تو اس صورت میں امام اور اس کی جماعت نے دونوں فضیلتوں کو اکٹھا کر لیا: جماعت کی فضیلت اور وقت کی فضیلت۔ اور یہی وہ وقت ہے جس کی طرف عمر رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا تھا، عمر رضی اللہ عنہ اس سے زیادہ کچھ بھی کہنا نہیں چاہتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی ایک طرف اپنی آسانی اور دوسری طرف جامعیت کی وجہ سے احکام میں اس کی عظمت ظاہر ہوتی ہے، چناں چہ وہ کچھ عبادات کی طرف ایک زاویے سے اور کچھ دوسری عبادات کی طرف دوسرے زاویے سے توجہ دلاتا ہے۔ چناں چہ یہاں دونوں فضیلتوں کے درمیان موازنے کی صورت پیدا ہو گئی ہے، جس طرح کے معاملے میں لوگ بہت زیادہ اختلاف کرتے ہیں۔ آپ نے ابھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ذکر کیا، یہ ان کے دقیق علم کی مثالوں میں سے ہے، اور ہم ان سے بہت سے ایسے مسائل کے جوابات دینے میں فائدہ اٹھاتے ہیں جو بظاہر پیچیدہ لگتے ہیں''۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کے اس فتوے کے بارے میں وہی بات کہی جائے گی جو شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے فتوے کے بارے میں کہی گئی کہ آپ کا یہ فتویٰ متقدمین سلف کے دیے ہوئے فتوے کے مخالف ہے، بلکہ ابتدائے امت سے اس دور تک تمام مسلمانوں کا عمل اسی پر رہا کہ باجماعت نمازِ تراویح عشا ہی کے بعد ہوتی رہی۔

---

[1] فتاویٰ الشیخ الالبانی، اعداد عکاشہ عبد المنان طیبی (ص: ۳۲۲-۳۲۳)۔ یہ فتویٰ انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے، جس کے رابطہ کے لیے "حوالہ جات بصورت QR کوڈ" (ص: ۱۶۰) میں نمبر (۳) کا QR کوڈ اسکین کریں۔

مزید برآں شیخ البانی رحمہ اللہ کے ایک فتوے سے اشارہ ملتا ہے کہ آپ بذاتِ خود باجماعت نمازِ تراویح کے اول رات میں پڑھے جانے کی افضلیت کے قائل تھے، چناں چہ آپ نے فرمایا: «فَعُمَرُ الْآنَ يَقُولُ: "وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ" يَذْكُرُ بِأَصْلٍ نَصَّ عَلَيْهِ الشَّارِعُ: "اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا". لَكِنْ نَحْنُ وَقَعْنَا بَيْنَ أَمْرَيْنِ: إِذَا أَخَّرْنَا الصَّلَاةَ لِكَسْبِ فَضِيلَةِ الْوَقْتِ سَنُضَيِّعُ فَضِيلَةَ الْجَمَاعَةِ، فَأَيُّهُمَا أَفْضَلُ؟ جَاءَ النَّصُّ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ آنِفًا كَشَافِعٍ لِبَيَانِ أَنَّ صَلَاةَ الْقِيَامِ جَمَاعَةً هِيَ سُنَّةٌ، بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: "إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ"، وَبِحَضِّهِ عَلَى صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ فِي الْعِشَاءِ ثُمَّ صَلَاةِ الْقِيَامِ فِي التَّرَاوِيحِ. ثُمَّ هُنَا أَيْضًا يَرِدُ الْمَوْضُوعُ الْمَعْرُوفُ مِنْ قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الصَّحِيحَيْنِ: "لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَإِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ" - رِوَايَتَانِ - لِمَاذَا لَمْ يَأْمُرْهُمْ؟ لِأَنَّهُ مِنَ الصَّعْبِ حَمْلُ النَّاسِ كُلِّهِمْ أَنْ يَحْضُرُوا صَلَاةَ الْجَمَاعَةِ فِي نِصْفِ اللَّيْلِ، إِذًا هُوَ مَاذَا كَانَ يَفْعَلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ نِصْفَ اللَّيْلِ أَفْضَلُ؟ كَانَ يُقَدِّمُ، وَهَذَا مِنْ بَابِ تَرْجِيحِ ثَوَابٍ عَلَى ثَوَابٍ وَمَصْلَحَةٍ عَلَى مَصْلَحَةٍ، وَهَذِهِ هِيَ شَرِيعَةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ»[1] ”عمر رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں: 'جس وقت سے یہ لوگ غافل ہیں وہ بہتر ہے'، آپ اس اصل کو ذکر کر رہے ہیں جس کو شارع نے وضاحت سے فرمایا: 'رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ'۔ لیکن ہم دو معاملات کے درمیان پھنسے ہوئے ہیں: اگر ہم نماز کو اس لیے موخر کریں تاکہ وقت کی فضیلت حاصل ہو، تو جماعت کی فضیلت ضائع ہو جائے گی، تو پھر (جماعت اور آخری وقت) دونوں میں سے کون سا عمل افضل ہے؟ جس نص کو ہم نے ابھی ذکر کیا وہ اس بات کو واضح کرتی ہے کہ

---

[1] فتاویٰ الشیخ الالبانی، اعداد عکاشہ عبد المنان طیبی (ص: ۳۲۲-۳۲۳)۔ یہ فتویٰ کچھ اضافے کے ساتھ انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے، جس کے رابطے کے لیے "حوالہ جات بصورت QR کوڈ" (ص: ۱۶۰) میں نمبر (۴) کا QR کوڈ اسکین کریں۔

جماعت کے ساتھ قیام کرنا سنت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول: 'مجھے خوف تھا کہ یہ تم پر فرض نہ ہو جائے'، اور عشا کی جماعت میں شرکت اور پھر تراویح کی نماز پڑھنے پر آپ کی ترغیب کی وجہ سے۔ پھر یہاں پر بھی وہ مشہور موضوع آجاتا ہے، یعنی صحیحین میں موجود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول کہ: 'اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انھیں عشا کی نماز کو آدھی رات - یا تہائی رات - تک موخر کرنے کا حکم دیتا' - دو روایات ہیں - تو پھر کیوں آپ نے انھیں حکم نہیں دیا؟ کیوں کہ لوگوں کا آدھی رات میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے اکٹھا ہونا مشکل تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے تھے جب کہ انھیں معلوم تھا کہ آدھی رات (کا قیام) افضل ہے؟ وہ نماز کو جلدی پڑھتے تھے، اور یہ ثواب پر ثواب اور مصلحت پر مصلحت کو ترجیح دینے کا معاملہ تھا، اور یہی اللہ کی شریعت ہے''۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کے اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ عشا کے نصف شب میں افضل ہونے کے باجود لوگوں کو دیر رات میں اکٹھا ہونے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ ابتدائی وقت ہی میں ہمیشہ نماز پڑھائی، اسی طرح نمازِ تراویح اگرچہ آخری رات میں افضل ہے لیکن لوگوں کی مصلحت اور آسانی کے باعث اسے شروع رات میں پڑھ لینا ہی افضل اور بہتر ہے۔

یہی بات آپ نے ایک مجلس میں اپنے شاگردوں کو بھی سمجھائی کہ اول رات میں تراویح پڑھنا ہی بہتر اور لوگوں کی مصلحت کے مناسب ہے، چناں چہ آپ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آخری عشرے میں لوگ قیام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں: شروع رات اور اخیر رات، اور یہی ان کا دائمی نظام بن چکا ہے۔ تو شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔ سائل نے پوچھا کہ اگر ہم سنت کو قائم رکھنا اور لوگوں کے لیے آسانی کرنا چاہیں تو کیا کریں؟ آپ نے

فرمایا کہ تم شروع رات میں نمازِ تراویح پڑھو، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نمازِ عشا کے بعد تراویح پڑھائیں، آپ نے ایسا ہی کیا، پھر جب عمر رضی اللہ عنہ گشت کے لیے نکلے تو کہا: «نِعْمَت البِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ» "یہ اچھا طریقہ ہے، اور لوگ جس وقت کی نماز سے سو رہے ہیں اس وقت کی نماز افضل ہے"۔ اس پر سائل نے پوچھا: "یعنی آخری عشرے سے پہلے جو حال تھا وہی حال آخری عشرے میں بھی ہوگا"؟ تو آپ نے کہا: "ہاں"[1]۔

بہر حال، شیخ ابن باز اور شیخ البانی رحمہما اللہ کے جواز کے فتوے کی وجہ سے امت کے متواتر عمل کے خلاف جاتے ہوئے باجماعت نمازِ تراویح کو نمازِ عشا کے بعد نہ پڑھ کر درمیانی یا اخیر رات کے لیے موخر کرنا مناسب نہیں ہے، جب کہ شیخین کے دیگر فتاوے نمازِ عشا کے بعد اول شب میں نمازِ تراویح پڑھنے کی افضلیت کے بارے میں بھی موجود ہیں، اور ان فتووں میں شیخین نے امت میں تواتر کے ساتھ چلے آرہے اس عمل میں دیگر متقدمین اور متاخرین کی موافقت بھی کی ہے۔

---

(1) یہ فتویٰ انٹرنیٹ پر موجود ہے، جس کے رابطہ کے لیے "حوالہ جات بصورت QR کوڈ" (ص: ۱۶۰) میں نمبر (۵) کا QR کوڈ اسکین کریں۔

شبہات اور جوابات

اول وقت میں باجماعت نمازِ تراویح کے تعلق سے گزشتہ سطور میں کافی اور شافی بحث آچکی ہے، جس میں بعض ان شبہات کا ازالہ بھی ہے جو اس موضوع میں عوام کے ساتھ کچھ خواص کو بھی در آتے ہیں، خصوصاً عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اول رات میں باجماعت نمازِ تراویح کی بابت جو شبہات پیدا ہوتے ہیں ان کا بالتفصیل جواب گزر چکا، البتہ کچھ اور متفرق شبہات ہیں جن کا جواب یہاں دینے کی کوشش کی جارہی ہے، تاکہ لوگوں کے لیے حق روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے، وباللہ التوفیق۔

پہلا شبہ: بعض معاصر اہلِ علم نے کچھ صحابہ کرام جیسے حذیفہ بن یمان، عبداللہ بن مسعود ، عبداللہ بن عباس، عتبان بن مالک اور انس بن مالک وغیرہ رضی اللہ عنہم کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ آخری رات میں باجماعت نماز تہجد ادا کرنے سے [1] یہ استدلال کیا ہے کہ نمازِ تراویح بھی اخیر رات میں باجماعت ادا کی جاسکتی ہے۔

حالاں کہ یہ استدلال اور قیاس مع الفارق ہے، کیوں کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ باجماعت نمازِ تہجد غیر ارادی طور پر وقوع پذیر ہوئی، جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کو پہلے سے کوئی اطلاع نہ تھی، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے جب نماز شروع کی تو یہ صحابہ آپ کے ساتھ جڑ گئے اور نمازِ تہجد ادا کی۔اسی طرح مذکورہ صحابہ کرام کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ باجماعت نمازِ تہجد کا واقعہ رمضان المبارک کا نہیں ہے بلکہ دیگر مہینوں کا ہے۔ جب کہ نمازِ تراویح رمضان المبارک کے پورے مہینے میں بھرپور ارادے اور تنظیم

---

[1] ان صحابہ کرام کی احادیث صفحہ نمبر (۱۴-۱۷) میں ملاحظہ فرمائیں۔

وترتیب کے ساتھ ادا کی جاتی ہے جس میں سارے مسلمان ایک امام کے پیچھے کھڑے ہو کر نمازِ تراویح ادا کرتے ہیں، لہذا دونوں چیزیں اس طرح الگ اور متضاد ہیں کہ ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

ابو عبدالرحمن بن عیسی باتنی نے کہا:«وَأَمَّا مَا يُحْتَجُّ بِهِ مِنَ السُّنَنِ الْوَارِدَةِ فِي أَنَّهُ ﷺ صَلَّى جَمَاعَةً فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ، كَمَا صَلَّى مَعَهُ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَذَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَعِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَغَيْرُهَا مِنَ الْوَقَائِعِ، فَهٰذِهِ الْأَحَادِيثُ وَالسُّنَنُ الْوَارِدَةُ لَيْسَ فِيهَا حُجَّةٌ لِمَنْ ذَهَبَ إِلٰى جَوَازِ الْجَمَاعَةِ فِي النَّفْلِ وَلَوْ بِقَصْدِ الِاجْتِمَاعِ، وَذٰلِكَ أَنَّ هٰذَا الِاجْتِمَاعَ الْوَارِدَ فِي هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ غَيْرُ مَقْصُودٍ، فَإِنَّهَا كُلُّهَا مُتَّفِقَةٌ عَلَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَدْعُ هَؤُلَاءِ الصَّحَابَةَ أَنْ يُصَلُّوا مَعَهُ، بَلْ كَانَ الْأَمْرُ مِنْ غَيْرِ اتِّفَاقٍ مُسْبَقٍ، حَيْثُ كَانَ يَقُومُ يُصَلِّي فَيَأْتِي بَعْضُ الصَّحَابَةِ فَيُصَلِّي خَلْفَهُ، وَلَا شَكَّ فِي أَنَّ مَنْ فَعَلَ هٰذَا الْفِعْلَ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ، وَهُوَ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ فِي اللَّيْلِ أَوْ فِي النَّهَارِ وَحْدَهُ ثُمَّ يَلْتَحِقُ بِهِ بَعْضُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ مَعَهُ، لِأَنَّهُ مَا تَقَصَّدَ الِاجْتِمَاعَ، بِخِلَافِ الَّذِي يَتَقَصَّدُ ذٰلِكَ يَكُونُ قَدْ خَالَفَ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْقَصْدِ الَّذِي فَعَلَ بِهِ ذٰلِكَ الْفِعْلَ، فَإِنَّ مُتَابَعَتَهُ ﷺ كَمَا تَكُونُ فِي ظَاهِرِ الْفِعْلِ تَكُونُ فِي قَصْدِهِ، فَلَا يَكْفِي أَنْ يَتَّبِعَهُ فِي وَاحِدٍ مِنْ هٰذَيْنِ دُونَ الْآخَرِ»[1] ''جہاں تک بات ہے ان وارد احادیث سے استدلال کی کہ نبی ﷺ نے رات کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی، جیسا کہ حذیفہ، ابن عباس، ابن مسعود، عتبان بن مالک، انس بن مالک اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، توان وارد احادیث اور سنن میں ان لوگوں کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے جو نفل نماز میں جماعت کے جواز کو درست سمجھتے ہیں، چاہے وہ صرف اجتماع کی نیت سے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان

---

[1] ضياء المصابيح تجلية حكم صلاة التهجد جماعة بعد التراويح (ص:۹۹)

احادیث میں جماعت مقصود نہیں تھی، کیوں کہ تمام احادیث متفق ہیں کہ نبی ﷺ نے ان صحابہ کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے دعوت نہیں دی تھی، بلکہ یہ کسی پیشگی منصوبے کے بغیر تھا۔ نبی ﷺ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور بعض صحابہ نے آکر ان کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں جس نے اس ہیئت میں یہ عمل کیا اس پر نکیر نہیں کی جاسکتی، یعنی کوئی شخص نفل نماز رات یا دن میں انفرادی طور پر پڑھے اور پھر کوئی شخص اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے لگے، کیوں کہ اس نے جماعت کی نیت نہیں کی تھی۔ تاہم جو شخص باجماعت نفل نماز ارادے سے پڑھے تو اس نے نبی ﷺ کے ارادے میں آپ کی مخالفت کی، کیوں کہ نبی ﷺ کی پیروی صرف آپ کے ظاہری عمل میں نہیں بلکہ آپ کے مقصد اور نیت میں بھی ہونی چاہیے، اور یہ کافی نہیں کہ کسی ایک بات میں آپ کی پیروی کی جائے، اور دوسرے میں نہیں''۔

دوسرا شبہ: بعض اہل علم کے قول سے پتہ چلتا ہے کہ اہلِ مکہ عشا کے بعد تراویح نہیں پڑھتے تھے، بلکہ عشا کے بعد وہ سو جاتے تھے پھر اٹھ کر نمازِ تراویح پڑھتے تھے، جیسا کہ شرف الدین طیبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۳ھ) نے شرحِ مشکاۃ المصابیح میں عمر رضی اللہ عنہ کے قول «وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ» کی شرح کرتے ہوئے فرمایا: «قوله: "وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ" تَنْبِيهٌ مِنْهُ عَلَى أَنَّ صَلَاةَ التَّرَاوِيحِ آخِرَ اللَّيْلِ أَفْضَلُ، وَقَدْ أَخَذَ بِذلك أَهْلُ مَكَّةَ فَإِنَّهُمْ يُصَلُّونَهَا بَعْدَ أَنْ يَنَامُوا»[1] ''عمر رضی اللہ عنہ کا قول «وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ» آپ کی جانب سے تنبیہ ہے کہ نمازِ تراویح اخیر شب میں افضل ہے، اہل مکہ نے اسی کو اپنایا تھا، چناں چہ وہ لوگ سونے کے بعد اٹھ کر نمازِ تراویح پڑھتے تھے''۔

---

[1] الکاشف عن حقائق السنن (۱۲۳۷/۴)

شرف الدین طیبی رحمہ اللہ کے اس قول کے مطابق مجھے کوئی اثر نہیں ملا۔ نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے آپ کے اس قول پر تعلیق لگاتے ہوئے کہا: «لَعَلَّهُمْ كَانُوا فِي الزَّمَنِ الْأَوَّلِ كَذَا، وَأَمَّا الْيَوْمُ فَجَمَاعَاتُهُمْ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ»[1] ''شاید پہلے زمانے میں وہ لوگ ایسا کرتے تھے، کیوں کہ اب تو اول رات ہی میں متفرق جماعتوں میں وہ نماز پڑھتے ہیں''۔

تیسرا شبہ: مصنف ابن ابی شیبہ میں ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ہم سے وکیع نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، وہ حکم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: «كَانُوا يَنَامُونَ نَوْمَةً قَبْلَ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ»[2] وہ لوگ ماہِ رمضان میں قیام سے پہلے ایک نیند سوتے تھے''۔

حکم سے مراد حکم بن عتیبہ کندی رحمہ اللہ ہیں، جن کی وفات تقریباً ۱۱۳ ہجری میں ہوئی، آپ کوفہ کے رہنے والے تھے، اور غالباً آپ کی یہ بات کوفہ میں موجود تابعین کے بارے میں ہے، کیوں کہ خود آپ کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے۔

لیکن آپ کے اس قول میں صراحت نہیں ہے کہ اہلِ کوفہ ماہِ رمضان میں قیام سے پہلے جو نیند لیتے تھے وہ نمازِ عشا کے بعد لیتے تھے یا نمازِ عشا سے پہلے۔ اور اقرب یہ ہے کہ یہاں مراد نمازِ عشا سے پہلے سونا ہے، کیوں کہ بعض اہل علم ماہ رمضان میں قیام میں نشاط کے لیے نمازِ عشا سے پہلے سونے کو جائز قرار دیتے تھے، جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے عشا سے پہلے سونے کی ممانعت والی حدیث پر تعلیق لگاتے ہوئے فرمایا: «وَرَخَّصَ بَعْضُهُمْ فِي النَّوْمِ قَبْلَ صَلَاةِ

---

[1] مرقاۃ المفاتیح (۳/۹۷۱)

[2] مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۱۶۶، حدیث نمبر: ۷۷۱۱)

العِشَاءِ فِي رَمَضَانَ»[1] ”بعض اہلِ علم نے رمضان میں عشا سے پہلے سونے کی رخصت دی ہے“۔

امام ترمذی رحمہ اللہ کے اس قول کو حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے ذکر کرنے کے بعد فرمایا: «وَهٰذَا مَأْخُوذٌ مِمَّا رَوَى إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ: أَنَّهُ كَانَ يَنَامُ فِي رَمَضَانَ مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَلَعَلَّ مَنْ خَصَّ ذٰلِكَ بِرَمَضَانَ رَأَى أَنَّ قِيَامَ لَيْلِهِ يُسْتَحَبُّ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ بِخِلَافِ سَائِرِ الشُّهُورِ؛ فَإِنَّ الْمُسْتَحَبَّ فِيهَا التَّهَجُّدُ بَعْدَ هَجْعَةٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ» ”یہ اس اثر سے ماخوذ ہے جسے ابراہیم نے اسود سے روایت کیا ہے کہ اسود رمضان میں مغرب اور عشا کے درمیان سوتے تھے۔اور جن لوگوں نے (عشا سے پہلے سونے کی رخصت کو) رمضان کے ساتھ خاص کیا ہے شاید ان کا خیال یہ ہے کہ دیگر مہینوں کے برخلاف رمضان کا قیام اللیل ابتدائی شب میں مستحب ہے، کیوں کہ دیگر مہینوں میں نمازِ عشا کے بعد سونا پھر اٹھ کر قیام اللیل کرنا مستحب ہے“۔

پھر ابن رجب رحمہ اللہ نے اس کی تائید میں مصنف عبد الرزاق میں موجود حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی قول ذکر کیا کہ آپ نے فرمایا: «كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي رَمَضَانَ، فَيُصَلُّونَ الْعِشَاءَ حِينَ يَذْهَبُ رُبْعُ اللَّيْلِ، وَيَنْصَرِفُونَ وَعَلَيْهِمْ رُبْعٌ آخَرُ»[2] ”لوگ رمضان میں قیام کرتے تھے تو عشا کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب رات کا ایک چوتھائی حصہ گزر چکا ہوتا، پھر جب تراویح پڑھ کر فارغ ہوتے تو رات کا ایک چوتھائی حصہ باقی رہتا تھا“۔

---

[1] سنن ترمذی (حدیث نمبر: ۱۶۸) کے تحت۔

[2] مصنف عبد الرزاق (۲۶۳/۴، حدیث نمبر: ۷۷۳۹)

ابن رجب رحمہ اللہ نے کہا: «وَهٰذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُمْ كَانُوا يُؤَخِّرُونَ الْعِشَاءَ إِلٰى آخِرِ وَقْتِهَا الْمُخْتَارِ، ثُمَّ يَقُومُونَ عَقِيبَ ذٰلِكَ- وَمَنْ فَعَلَ هٰذَا فَإِنَّهُ يَحْتَاجُ أَنْ يَنَامَ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ لِيَنْشَطَ لِلْقِيَامِ»[1] ''حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ قول اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ عشا کو اس کے مستحب آخری وقت تک موخر کرتے تھے، پھر اس کے بعد فوراً قیام کرتے تھے۔ اور جو شخص ایسا کرے گا اسے عشا کی نماز سے پہلے کچھ وقت کے لیے سونا ضروری ہے تاکہ وہ قیام کے لیے توانائی حاصل کر سکے''۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کے اس قول سے پتہ چلتا ہے کہ رمضان میں نمازِ عشا سے پہلے اسود وغیرہ سویا کرتے تھے، اور اسود، اسود بن یزید نخعی ہیں جو کوفہ کے رہنے والے کبار تابعین میں سے ہیں، جن کی وفات ۷۴ یا ۷۵ھ میں کوفہ ہی میں ہوئی۔ اس لیے حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ کے قول کے تعلق سے غالب گمان یہی ہے کہ آپ نے قیام اللیل سے قبل سونے سے مراد نمازِ عشا سے پہلے سونے کو لیا ہے، واللہ اعلم۔

چوتھا شبہ: اسی طرح کچھ لوگ حرمین شریفین میں رمضان کے آخری عشرے کی راتوں میں کیے جانے والے قیام کو بھی تراویح کی تاخیر کی دلیل بناتے ہیں، حالاں کہ یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ قیام اضافی ہے، یعنی وہاں تراویح کی نماز پورے مہینے عشا ہی کے بعد ہوتی ہے، پھر آخری عشرے میں قیام اللیل کا اضافہ کر دیا جاتا ہے، نیز اس اضافے کے متعلق بھی اہل علم کا کلام موجود ہے۔

پانچواں شبہ: ہمارے علاقے میں جو حضرات آخری عشرے میں تراویح کو موخر کر کے اخیر رات میں پڑھتے ہیں ان کا ایک شبہ یہ ہے کہ آخری عشرہ راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے کا

---

(1) فتح الباري از ابن رجب (۳۹۳/۴)

عشرہ ہوتا ہے، اور اکثر لوگ جاگ رہے ہوتے ہیں، لہذا تراویح کو موخر کر کے پڑھنے میں کوئی حرج کی بات کیسے ہو سکتی ہے؟

اس شبہے کا جواب چند نکات میں پیش کیا جارہا ہے:

پہلا نکتہ: یہ رائے سننے میں تو اچھی لگتی ہے، لیکن یہ نبی کریم ﷺ کے عمل کے خلاف ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو رمضان میں جن تین راتوں میں باجماعت نمازِ تراویح پڑھائی وہ تینوں راتیں آخری عشرے ہی کی تیئیسویں، پچیسویں اور ستائیسویں رات تھی، اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام بھی پوری رات جاگ کر عبادت کرتے تھے، لیکن پھر بھی نبی کریم ﷺ نے نمازِ تراویح کی ابتدا اول شب میں کی، اور ایسا بھی نہیں تھا کہ آپ نے تمام راتوں میں سحر تک نماز پڑھائی ہو، بلکہ پہلی رات کا قیام تہائی شب، دوسری رات کا نصف شب اور آخری رات کا قیام سحر تک چلا، جیسا کہ اس سلسلے میں احادیث گزر چکیں۔

دوسرا نکتہ: آخری عشرے کی فضیلت کا علم صحابہ کرام اور سلف صالحین کو بھی تھا، پھر بھی انھوں نے اس طرف توجہ کیوں نہ کی؟! عمر رضی اللہ عنہ نے جب ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو ماہِ رمضان میں لوگوں کو نمازِ تراویح پڑھانے کی ذمے داری دی تو آپ نے انھیں آخری عشرے میں وقتِ تراویح میں تبدیلی کی بابت کچھ کیوں نہیں کہا؟! اگر یہ خیر ہوتا تو ہم سے پہلے ہمارے سلف نے اس کی طرف پیش قدمی کی ہوتی۔

تیسرا نکتہ: اہل علم نے صراحت کی ہے کہ ماہِ رمضان کے تینوں عشروں میں باجماعت نمازِ تراویح کا جدول ایک جیسا ہونا چاہیے۔ جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آخری عشرے میں لوگ قیام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں: شروع رات اور اخیر رات، اور یہی ان کا دائمی نظام بن چکا ہے۔ تو شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔ سائل نے پوچھا

کہ اگر ہم سنت کو قائم رکھنااور لوگوں کے لیے آسانی کرناچاہیں تو کیا کریں؟آپ نے فرمایاکہ تم شروع رات میں نمازِ تراویح پڑھو، جیساکہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیاکہ وہ لوگوں کو نمازِ عشا کے بعد تراویح پڑھائیں،آپ نے ایساہی کیا، پھر جب عمر رضی اللہ عنہ گشت کے لیے نکلے تو کہا:«نِعْمَت البِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ»''یہ اچھا طریقہ ہے،اور لوگ جس وقت کی نماز سے سو رہے ہیں اس وقت کی نماز افضل ہے''۔اس پر سائل نے پوچھا:''یعنی آخری عشرے سے پہلے جو حال تھا وہی حال آخری عشرے میں بھی ہوگا''؟توآپ نے کہا:''ہاں''[1]۔

اسی طرح شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ نے فرمایا:''طاق راتوں بلکہ آخری دہے کی تمام راتوں کے احیاکا صحیح طریقہ یہ ہے کہ فرضِ عشاکے بعد تراویح با جماعت ادا کی جائے، پھر حسب قوت و توفیق و تحمل اذکار مسنونہ اور تلاوت قرآن میں وقت گزارا جائے،اور نصف شب کے بعد نفل نماز جس قدر ہوسکے پڑھی جائے اور سحر تک دعاو استغفار میں مشغول رہاجائے''[2]۔

<u>چوتھا نکتہ</u>:آخری عشرے میں تراویح کو موخر کرنے کی وجہ سے یہ مشاہدہ کیاجارہاہے کہ آخری عشرے میں بیدار رہ کر جس طرح عبادت کی جانی چاہیے اس طرح عبادت نہیں ہوپاتی، بلکہ رات کا بیشتر حصہ یوں ہی ضائع ہوجاتاہے، کیوں کہ جن مسجدوں میں تاخیر تراویح پر عمل کیاجاتاہے وہاں عشا کی نماز بھی موخر کی جاتی ہے،اور قبل از نمازِ عشاعبادت کارجحان نہیں ہوتا

---

(1) یہ فتویٰ انٹرنیٹ پر موجود ہے، جس کے رابطہ کے لیے "حوالہ جات بصورت QR کوڈ" (ص:۱۶۰) میں نمبر(۵)کاQRکوڈاسکین کریں۔

(2) فتاوی شیخ الحدیث رحمانی(۲/۲۰۵)

جس کی وجہ سے مغرب اور عشا کے درمیان کی ایک طویل مدت یوں ہی ضائع ہو جاتی ہے۔ پھر نمازِ عشا کے بعد دروس و محاضرات اور نظموں و ترانوں کا سلسلہ چلتا ہے جو تقریباً بارہ بجے کے آس پاس ختم ہوتا ہے، اتنے لمبے دروس میں شرکت کے باعث لوگوں کو تکان لاحق ہوتی ہے جس کی وجہ سے اکثر لوگ انفرادی عبادت جیسے تلاوتِ قرآن اور دعا وغیرہ پر توجہ نہیں دے پاتے، پھر دو بجے کے آس پاس قیام اللیل شروع ہوتا ہے، جو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے تک چلتا ہے، قیام اللیل سے فارغ ہونے کے بعد سحری کا وقت ہو جاتا ہے، یوں رات کا بیشتر حصہ انفرادی اور مقصود عبادت سے عاری ہوتا ہے، جس میں نہ تلاوتِ قرآن کا صحیح وقت ملتا ہے اور نہ دعا واذکار کا۔

رمضان کا مہینہ بالخصوص آخری عشرہ انفرادی عبادت کے لیے ہے، اجتماعی عبادت کے لیے نہیں، اس کی تائید نبی کریم ﷺ اور صحابہ وغیرہ کی عبادتوں سے ہوتی ہے، یہ اخیار ان راتوں میں تلاوت قرآن، دعا اور ذکر واذکار میں مصروف رہا کرتے تھے، ان ایام میں ان کے یہاں اجتماعی عبادات جیسے دروس اور محاضرات کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔

رمضان ماہ قرآن ہے، سلف رمضان میں قرآن کریم کثرت سے پڑھا کرتے تھے، جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے، بنا بریں ہر شخص کو رمضان میں کم از کم قرآن کا ایک ختم کرنا ہی چاہیے، اور الحمد للہ بہت سارے لوگ اس کو اہمیت بھی دیتے ہیں، ہجوم مشاغل کے باوجود آخری عشرے کی طاق راتوں میں وقت ملنے کی بنا پر ایک ختم تو ہو ہی جاتا تھا، لیکن جب سے آخری عشرے کا جدول تبدیل کر دیا گیا، دروس اور محاضرات کو داخل کر دیا گیا تب سے بہت سارے لوگوں کے لیے ایک ختم بھی مشکل ہو گیا۔

چھٹا شبہ: کچھ لوگوں کو کہتے ہوئے سنا گیا کہ آخری عشرہ اور بالخصوص طاق راتوں میں نمازِ عشا کے بعد ابتدائی شب میں گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کا قیام کر لینا اور اس کے بعد لوگوں کو آزاد چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے، اس لیے آخری عشرے میں نمازِ تراویح کو موخر کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

اس کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر ابتدائی شب میں گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کا قیام ہوتا ہے تو آخری شب میں قیام کا دورانیہ کہاں زیادہ ہوتا ہے، آخری شب میں قیام اللیل کرنے والے بھی اسی قدر قیام کرتے ہیں۔ اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ قیام کے بعد لوگوں کو آزاد چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے تو قیام سے پہلے یعنی عشا کے بعد سے دو بجے رات تک لوگوں کو آزاد چھوڑنا کیسے مناسب ہوگا؟! حالاں کہ اگر شب قدر کے حصول کی بات کی جائے تو اس کا وقت مغرب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے، جیسا کہ عبد اللہ بن فہد خلیفی نے فرمایا: «وَإِنْ قَالُوا: نَتَحَرَّى لَيْلَةَ الْقَدْرِ. قُلْنَا: لَيْلَةُ الْقَدْرِ تَبْدَأُ مِنَ الْمَغْرِبِ، وَمَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ- وَالصَّحَابَةُ وَهُمْ أَحْرَصُ النَّاسِ عَلَى الْخَيْرِ لَمْ يَتَحَرَّوْا هٰذَا التَّحَرِّي»[1] "اگر لوگ کہیں کہ ہم شب قدر کی تلاش میں ایسا کرتے ہیں، تو ہم کہتے ہیں کہ شب قدر تو مغرب ہی سے شروع ہوتی ہے، اور جو شخص امام کے ساتھ امام کے فارغ ہونے تک قیام کرے تو اسے پوری رات قیام کا ثواب ملتا ہے۔ پھر صحابہ کرام جو خیر کے سب سے زیادہ حریص تھے انھوں نے اس طرح شب قدر کو تلاش نہیں کیا"۔

اور جو لوگ ابتدائی شب میں قیام کرتے ہیں انھیں آزاد اور بے کار نہ سمجھا جائے۔ خاص طور پر ان لوگوں کی بہ نسبت جو عشا کے بعد سے اپنے وقت کو بازاروں اور فضول گوئیوں میں

---

(1) یہ مقالہ انٹرنیٹ پر موجود ہے، رابط کے لیے "حوالہ جات بصورت QR کوڈ" (ص:۱۶۰) میں QR کوڈ نمبر (۱) کو اسکین کریں۔

ضائع کرتے رہتے ہیں، اور اخیر رات میں گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کا قیام کر کے خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔

بلکہ اگر حقیقی آنکھوں سے دیکھا جائے تو ہمارے زمانے میں ابتدائی شب میں قیام کرنے والے افراد اکثر اپنی رات کا صحیح استعمال کرتے ہیں، چناں چہ نمازِ تراویح سے فارغ ہو کر سحر تک پوری رات تلاوتِ قرآن، دعا واذکار اور تضرع و گریہ وزاری میں گزارتے ہیں، جو سلف صالحین کے عمل کے عین مطابق ہے۔

اس سلسلے میں ابن الحاج رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۷ھ) کی نصیحت بے حد مفید ہے، آپ نے فرمایا: ''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی "موطا" میں ذکر کیا ہے کہ سلف جب تراویح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو فجر شروع ہو جانے کے خوف سے کھانے کے لیے خادموں کو جلدی کرنے کا حکم دیتے تھے، اور طویل قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے؟! انھوں نے دونوں فضیلتوں کو حاصل کیا: ابتدائی اور آخری شب کا قیام۔ پس اگر آپ ان کی پیروی کرنے والے ہیں تو ان کے طریقے پر عمل کیجیے۔ کیوں کہ محب اپنے محبوب کے احکام کی اطاعت کرتا ہے، اور وہ ہمارے رہنما اور ہمیں رب کی طرف راغب کرنے والے ائمہ ہیں، اس لیے ہمیں ان کی پیروی کرنی چاہیے اور ان کے مبارک آثار کے پیچھے چلنا چاہیے تاکہ اس کی برکتیں ہم تک پہنچیں۔ لیکن آج کے دور میں یہ مشکل ہو گیا ہے، خاص طور پر مکمل رات بھر مسجد میں قیام کرنا، کیوں کہ اس میں بعض ایسی چیزیں شامل ہو سکتی ہیں جو مناسب نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں آج بندے کے لیے مناسب ہے کہ وہ اس سنت (یعنی جماعت کے ساتھ اول شب میں قیام) کو بالکل ترک نہ کرے، بلکہ مسجد میں لوگوں کے ساتھ وہی مختصر قیام کرے جو آج کل کیا جاتا ہے۔ پھر جب لوگ قیام سے فارغ ہو جائیں اور بندہ اپنے گھر

واپس جائے تو سلف کی پیروی کرتے ہوئے بقدر امکان رات کے آخری حصے تک اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ یا تنہا قیام کرے۔ اس طرح اس کو مکمل فضیلت حاصل ہو گی، ان شاء اللہ۔ اور سلف کی پیروی میں اس کی نمازِ وتر رات کی آخری نماز ہو گی۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب وہ لوگوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اور امام بغیر سلام پھیرے تین رکعت وتر پڑھتا ہے تو میں ان کے ساتھ نہیں پڑھتا ہوں، بلکہ ان کو چھوڑ کر نکل جاتا ہوں۔

لہذا انسان کے لیے امام مالک رحمہ اللہ کے اس عمل میں اسوہ ہے، کہ وہ لوگوں کے ساتھ وتر نہ پڑھ کر اخیر رات میں اپنے گھر میں نوافل پڑھنے کے بعد وتر پڑھے۔ ہاں اگر گھر آکر اسے نیند کی ضرورت محسوس ہو، اور اندیشہ ہو کہ فجر تک وہ عبادت نہیں کر سکتا تو نیند کے بعد کے لیے وتر نہ چھوڑے، بلکہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے۔ پھر اگر اخیر رات میں اٹھ جائے تو قیام کر لے، مگر امام مالک کے مشہور مذہب کے مطابق وتر کو نہ دوہرائے۔ اور اگر قیام کا وقت نہ ملے تو اس کی نمازِ وتر پہلے ہو چکی ہے، لہذا کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

ہمارے شیخ ابو محمد رحمہ اللہ مسجد میں لوگوں کے ساتھ قیام کرتے اور وتر پڑھتے، اور جب گھر واپس آتے تو اپنی نماز الگ پڑھتے مگر وتر دوبارہ نہیں پڑھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ان کے استاد ابو حسن زیات رحمہ اللہ بھی یہی کرتے تھے۔

ہمارے شیخ ابو محمد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ مکلف کے لیے ضروری ہے کہ وہ مغرب کے بعد افطار میں جلدی کرے، پھر عشا سے پہلے ڈھائی یا اس سے زیادہ پاروں کے ساتھ قیام کرے، پھر نکلے اور لوگوں کے ساتھ قیام کرے اور وتر پڑھے، پھر گھر واپس آکر ڈھائی یا اس سے زیادہ پاروں کے ساتھ قیام کرے۔ اس طرح اسے ایک ختمے کا ثواب یا اس سے زیادہ

حاصل ہو گا۔ پھر وہ اپنی نیند کے مطابق سوئے، اور جب بیدار ہو کر تہجد کے لیے اٹھے تو رات کے باقی حصے میں حسب توفیق قیام کرے''[1]۔

ابن الحاج رحمہ اللہ کے اس قول میں ان لوگوں کے لیے بہترین جواب موجود ہے جو کہتے ہیں کہ آخری عشرے میں اول رات میں نمازِ تراویح پڑھ کر انسان کیا کرے، آپ نے بڑے اچھے انداز میں بیان کیا کہ سلفِ صالحین کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے ابتدائی شب میں باجماعت نماز پڑھ لے، پھر گھر آکر انفرادی عبادت میں مصروف ہو جائے۔

ساتواں شبہ: بعض لوگوں کو کہتے ہوئے سنا گیا کہ نمازِ تراویح کو موخر نہ کرنے کی علت اگر اخیر رات میں اکٹھا ہونے میں مشقت ہے تو اگر کچھ لوگوں کے لیے اخیر رات میں اکٹھا ہونا زیادہ آسان ہے تو انھیں اخیر رات میں اکٹھے ہو کر باجماعت نماز پڑھنے سے روکنا درست نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ تعقیب کے سلسلے میں اس طرح کا اعتراض کسی شخص نے حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس بھی کیا تھا تو آپ نے فرمایا: «مَنْ كَانَ فِيهِ قُوَّةٌ فَلْيَجْعَلْهَا عَلَى نَفْسِهِ، وَلَا يَجْعَلْهَا عَلَى النَّاسِ»[2] ''جس کو طاقت ہو وہ اپنے نفس پر اس کا حکم جاری کرے، دیگر لوگوں پر اس حکم کو نافذ نہ کرے''۔

یعنی اگر آپ کے لیے آسان ہے تو آپ انفرادی طور پر اخیر رات میں قیام اللیل کریں، بقیہ لوگوں کو ابتدائی شب میں باجماعت نمازِ تراویح پڑھنے دیں۔

---

[1] المدخل از ابن الحاج (۲/۲۹۱)

[2] فتح الباری از ابن رجب (۹/۱۷۶-۱۷۵)

ابو عبد الرحمن بن عیسی باتنی نے حسن بصری رحمہ اللہ کے مذکور قول کو پیش کرنے کے بعد کہا:«كَلَامُهُ هٰذَا رَحِمَهُ اللّٰهُ يَدُلُّكَ عَلَى حُسْنِ فِقْهِهِ، فَإِنَّهُ رَاجِعٌ إِلٰى أَصْلٍ وَمَبْنِيٌّ عَلَيْهِ، وَهُوَ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي الصَّحِيحَيْنِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ؛ فَإِنَّ مِنْهُمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ، وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ- هٰكَذَا جَاءَتِ الشَّرِيعَةُ بِهٰذَا الْأَصْلِ فِي تَعْلِيمِ الْمُسْلِمِ أَنْ لَا يَحْمِلَ النَّاسَ عَلَى نَفْسِهِ، وَأَنَّهُ إِذَا رَأَى مِنْ نَفْسِهِ قُوَّةً فِي الْقِيَامِ بِبَعْضِ الْعِبَادَاتِ أَنْ يَفْعَلَ ذٰلِكَ فِي بَيْتِهِ، وَمِنْ هُنَا شُرِعَتِ النَّوَافِلُ فِي الْبُيُوتِ، كَمَا فِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "أَفْضَلُ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ"»[1]"آپ کا یہ کلام آپ کی حسن فقاہت کو ظاہر کرتا ہے، کیوں کہ آپ کا یہ کلام ایک اصول پر مبنی ہے، جو صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: "جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے مختصر کرے؛ کیوں کہ ان میں سے بعض کمزور، بیمار، یا بزرگ ہو سکتے ہیں، اور اگر کوئی شخص اکیلے نماز پڑھے تو وہ جتنا چاہے طویل کر سکتا ہے"۔ اسی لیے شریعت نے ایک مسلمان کی تعلیم کے لیے اس اصل کو سکھایا کہ وہ دوسروں کو اپنے جیسا نہ سمجھے، بلکہ اگر اسے عبادات کے لیے اپنی جسمانی طاقت کا احساس ہو تو وہ انھیں اپنے گھر میں انجام دے، یہی وجہ ہے کہ نفل نمازوں کو گھروں میں پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، جیسا کہ صحیحین میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "آدمی کی سب سے بہترین نماز اس کے گھر میں ہے، سوائے فرض نماز کے""۔

---

[1] ضياء المصابيح تجلية حكم صلاة التهجد جماعة بعد التراويح (ص:۷۷-۷۶)

کیا اول رات میں تراویح بدعت ہے؟

حسین بن حسن حلیمی رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۳ھ) نے اپنی کتاب "المنهاج في شعب الإيمان" میں عشا کے بعد تراویح پڑھنے کو سست لوگوں کی بدعت قرار دیا ہے، چناں چہ آپ نے فرمایا: «فَأَمَّا إِقَامَةُ الْعِشَاءِ لِأَوَّلِ وَقْتِهَا وَوَصْلُ الْقِيَامِ بِهَا فَذٰلِكَ مِنْ بِدَعِ الْكُسَالَى وَالْمُتْرَفِينَ، وَلَيْسَ مِنَ الْقِيَامِ الْمَسْنُونِ بِسَبِيلٍ، إِنَّمَا الْقِيَامُ الْمَسْنُونُ مَا كَانَ مِنَ النَّوْمِ، فَهُوَ كَسَائِرِ الْمُتَطَوِّعِينَ لَيْلًا وَنَهَارًا، وَاللهُ أَعْلَمُ»[1] "نمازِ عشا کو اول وقت میں پڑھنا اور اسی سے متصل قیام کر لینا سست اور عیش پرست افراد کی بدعت ہے، یہ کسی طرح سنت کے مطابق قیام نہیں ہے، سنت قیام وہ ہے جو نیند سے اٹھنے کے بعد ہو، ایسا شخص رات اور دن میں عام نفلی عبادات انجام دینے والوں کی طرح ہے، واللہ اعلم"۔

حلیمی رحمہ اللہ کا یہ قول احادیث وآثار اور عمل سلف کے خلاف ہے، بلکہ اس قول میں سلف صالحین پر ایک قسم کی طعن وتشنیع ہے جو ان کی شان اور مقام کے بالکل خلاف ہے، اسی لیے متعدد اہل علم نے حلیمی رحمہ اللہ کے اس قول پر نقد کیا ہے۔

چناں چہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۴ھ) نے فرمایا: «إِنَّمَا بَنَى كَلَامَهُ عَلَى مَا حَكَاهُ عَنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ مِنْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَنَامُونَ الرُّبْعَ الْأَوَّلَ وَيَقُومُونَ رُبْعَيْنِ بَعْدَهُ، وَأَنَّ الَّذِي فِي الْبُخَارِيِّ خِلَافُ ذٰلِكَ، وَأَنَّهُمْ إِنَّمَا كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ النَّوْمِ، فَبِهٰذَا يُرَدُّ مَا قَالَهُ الْحَلِيمِيُّ عَلَى أَنَّ مَا قَالَهُ مُخَالِفٌ لِكَلَامِ غَيْرِهِ، فَإِنَّ الْأَصْحَابَ أَلْحَقُوا التَّرَاوِيحَ بِالْعِشَاءِ فِي الْوَقْتِ، فَظَاهِرُهُ أَنَّ تَقْدِيمَهَا أَوَّلَ الْوَقْتِ أَفْضَلُ، وَإِنَّمَا خَالَفَهُمُ الْحَلِيمِيُّ لِظَنِّهِ صِحَّةَ مَا حَكَاهُ عَنِ الصَّحَابَةِ مِمَّا ذُكِرَ، وَقَدْ بَانَ عَدَمُ صِحَّتِهِ، فَالَّذِي

---

[1] المنهاج في شعب الإيمان (۲/۳۰۷)

يَتَّجِهُ مَا مَرَّ مِنَ التَّفْصِيلِ»[1]"حلیمی نے اپنے کلام کی بنیاد اس نقل پر رکھی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں منقول ہے کہ وہ پہلے چوتھائی حصے میں سوتے تھے اور پھر اس کے بعد دو چوتھائی رات جاگ کر قیام کرتے تھے، لیکن بخاری میں اس کے برعکس ہے یعنی وہ لوگ سونے سے پہلے تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اس سے حلیمی کی کہی ہوئی بات رد ہو جاتی ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ آپ کا قول دوسرے لوگوں کے قول کے مخالف ہے۔ کیوں کہ اصحابِ شافعیہ نے تراویح کو عشا کے ساتھ اسی کے وقت میں شامل کیا ہے، بنا بریں اس سے ظاہر ہے کہ تراویح کا آغاز ابتدائی وقت میں کرنا بہتر ہے۔ حلیمي نے دیگر علما کی مخالفت اس حکایت کے صحیح ہونے کی بنیاد پر کی ہے جسے آپ نے صحابہ کے متعلق بیان کیا، لیکن جب اس کا غلط ہونا معلوم ہو گیا تو آپ کے کلام کی توجیہ اسی تفصیل پر ہو گی جسے بیان کیا گیا"۔

اسی طرح زین الدین احمد ملیباری رحمہ اللہ (متوفی ۹۸۷ھ) نے اسے حلیمی رحمہ اللہ کا وہم قرار دیا ہے، آپ نے فرمایا: «وَفِعْلُهَا أَوَّلَ الْوَقْتِ أَفْضَلُ مِنْ فِعْلِهَا أَثْنَاءَهُ بَعْدَ النَّوْمِ، خِلَافًا لِمَا وَهِمَهُ الْحَلِيمِيُّ»[2]"نمازِ تراویح کو اول وقت میں پڑھنا نیند کے بعد درمیانی رات میں پڑھنے سے بہتر ہے، حلیمی کے وہم کے برخلاف"۔

---

[1] الفتاوى الفقهية الكبرى(۱/۱۸۸-۱۸۷)

[2] فتح المعين بشرح قرة العين بمهمات الدين(ص:۱۶۸)

کیا باجماعت نمازِ تراویح کو موخر کرنا بدعت ہے؟

حسین بن حسن حلیمی رحمہ اللہ کے اول رات میں نمازِ تراویح کی بدعیت کے شاذ قول کی تردید کرنے کے بعد یہ سوال ابھر کر آتا ہے کہ کیا باجماعت نمازِ تراویح کو عشا کے بعد متصلًا نہ پڑھ کر درمیانی یا اخیر رات تک موخر کرنا بدعت ہے؟

اس کے جواب میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ گزشتہ سطور میں بتکرار یہ بات آئی کہ اخیر رات میں قیام اللیل کی افضلیت کو جانتے ہوئے بھی نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، تمام سلف صالحین، بلکہ ماضی قریب کے علما وفقہا کا یہ عمل رہا ہے کہ وہ سب باجماعت نمازِ تراویح اول شب ہی میں پڑھا کرتے تھے، ان میں کسی نے کبھی بھی باجماعت نمازِ تراویح کو موخر کرنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ حسن بصری اور امام احمد رحمہما اللہ جیسے اجلۂ اہلِ علم نے بڑے واضح الفاظ میں نمازِ تراویح کو موخر کرنے سے منع کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ باجماعت نمازِ تراویح کو نمازِ عشا کے بعد پڑھنا امت کا ایک متواتر عمل ہے، جس کی مخالفت سلف صالحین نے بھی نہیں کی، حالاں کہ علم ومعرفت، تقویٰ وخشیت، توبہ وانابت اور خیر میں سبقت جیسے معاملات میں وہ ہم سے کہیں زیادہ آگے تھے، لہذا اس تواتر عملی کی مخالفت کرنا کسی بھی رو سے درست نہیں ہے۔امام شاطبی رحمہ اللہ نے فرمایا:«يَنْبَغِي لِلْعَامِلِ أَنْ يَتَحَرَّى الْعَمَلَ عَلَى وَفْقِ الْأَوَّلِينَ»[1] "عمل کرنے والے کو سلف کے مطابق عمل کرنا چاہیے"۔

---

[1] الموافقات (۳/۲۸۰)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہلِ ایمان اور سلف صالحین کے طرزِ عمل کی مخالفت پر وعید سنائی ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا ١١٥﴾[1] ''اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے، وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے''۔

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۷ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: «أَيْ غَيْرَ طَرِيقِهِمْ، وَهُوَ مَا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ وَالتَّمَسُّكِ بِأَحْكَامِهِ فِي الْاعْتِقَادِ وَالْعَمَلِ وَالْقَوْلِ»[2] ''یعنی ان اہلِ ایمان کا راستہ چھوڑ کر (جو کوئی اور راستہ اختیار کرے)، اور ان کا راستہ وہ دین اسلام ہے جس پر وہ قائم ہیں، اور عقیدہ، عمل اور قول میں اسلام کے وہ احکام ہیں جن کو وہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں''۔

اسی طرح عبدالرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۶ھ) نے فرمایا: «وَسَبِيلُهُمْ: هُوَ طَرِيقُهُمْ فِي عَقَائِدِهِمْ وَأَعْمَالِهِمْ»[3] ''مومنوں کی سبیل عقائد واعمال میں ان کا راستہ ہے''۔

اہلِ علم کے ان اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں عقیدہ ومنہج میں اہلِ ایمان صحابہ وتابعین اور سلف صالحین کی مخالفت خطرناک ہے وہی عمل میں بھی ان کی مخالفت خطرے سے خالی

---

(1) سورۂ نساء (آیت نمبر: ۱۱۵)

(2) فتحُ البيان في مقاصد القرآن (۳/۲۴۰)

(3) تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان (ص: 202)

نہیں ہے، لہذا عبادت کا جو طریقہ ان کے یہاں پایا جاتا تھا اسی طریقے پر ہمیں بھی عبادت کرنی چاہیے۔

بالخصوص خلفائے راشدین کی مخالفت میں تو غیر معمولی خطرہ ہے، جیسا کہ امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) نے فرمایا: «وَبِالْجُمْلَةِ، فَمَا سَنَّهُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ أَوْ أَحَدُهُمْ لِلْأُمَّةِ فَهُوَ حُجَّةٌ لَا يَجُوزُ الْعُدُولُ عَنْهَا»[1] ''خلاصہ یہ کہ خلفاے راشدین یا ان میں سے کسی ایک نے امت کے لیے جس چیز کو بھی مسنون کیا وہ ایسی حجت ہے جس سے انحراف نہیں کیا جاسکتا''۔

اسی طرح امام شاطبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۰ھ) نے فرمایا: «الحذرَ الحذرَ مِنْ مُخَالَفَةِ الْأَوَّلِينَ! فَلَوْ كَانَ ثَمَّ فَضْلٌ مَا؛ لَكَانَ الْأَوَّلُونَ أَحَقَّ بِهِ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ»[2] ''سلف کی مخالفت سے ہر ممکن بچو، کیوں کہ اگر کوئی افضل کام ہوتا تو سلف اس کے زیادہ حق دار تھے، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ''۔

باجماعت نمازِ تراویح کو اخیر رات تک موخر کرنے میں سلف صالحین کے طریقے کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اور بھی ظاہری و باطنی نقصانات ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ اخیر رات کی فضیلت کو حاصل کرنے کی نیت کرتے ہیں، لیکن دیر رات تکان یا دیگر اسباب کی بناپر قیام اللیل ہی سے محروم ہو جاتے ہیں، پھر نہ تو انھیں اول رات میں قیام اللیل نصیب ہوتا ہے اور نہ ہی اخیر رات میں۔ شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۴ھ) کے دور میں ایسا ہی ہوا تھا، آپ نے فرمایا: «وَقَدْ شَاهَدْنَا ذٰلِكَ فِي أَمْرِ

---

[1] إعلام الموقعين (۵۵٦/۳)

[2] الموافقات (۲۸۰/۳)

التَّرَاوِيحِ، حَيْثُ أَنَّهُ لَمَّا سَمِعَ بَعْضُ الْجُهَّالِ أَنَّ صَلَاةَ اللَّيْلِ فِي الْبَيْتِ فِي آخِرِ اللَّيْلِ أَفْضَلُ مِنْ أَوَّلِهِ فِي الْمَسْجِدِ، وَرَأَوْا بَعْضَ الْعُلَمَاءِ أَنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَهَا فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ، تَرَكَ هَؤُلَاءِ أَيْضًا لِلتَّرَاوِيحِ فِي الْمَسْجِدِ بِالْجَمَاعَةِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ، قَائِلِينَ إِنَّا نَقُومُ فِي آخِرِ اللَّيْلِ، لكِنَّ هُمْ يَتْرُكُونَهَا رَأْسًا، فَلَا يُصَلُّونَهَا لَا فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ وَلَا فِي آخِرِهِ»[1] ''ہم نے یہ بات تراویح کے معاملے میں بھی دیکھی، جب بعض جاہلوں نے یہ سنا کہ رات کے آخری حصے میں گھر میں قیام اللیل کرنا پہلے حصے سے بہتر ہے اور انھوں نے کچھ علما کو دیکھا کہ وہ ابتدائی رات میں مسجد میں تراویح نہیں پڑھتے، تو ان لوگوں نے بھی جماعت کے ساتھ مسجد میں تراویح چھوڑ دی، یہ کہتے ہوئے کہ ہم آخری رات میں قیام کریں گے، لیکن وہ اسے بالکل ترک کر دیتے ہیں، پھر نہ تو ابتدائی رات میں پڑھتے ہیں اور نہ ہی اخیر رات میں''۔

اسی بات کو شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے تھوڑی اور وضاحت کے ساتھ "رمضان المبارک کے فضائل واحکام" نامی کتاب میں ذکر کیا ہے، آپ نے فرمایا: ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «وَالَّتِي تَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنِ الَّتِي تقُومُونَ» "تراویح آخر رات میں پڑھنا جس میں تم سو جاتے ہو اول رات میں پڑھنے سے افضل ہے"۔ مگر اس غفلت، حیلہ سازی، بہانہ جوئی، عذر تراشی کے زمانے میں مسجد میں اول رات میں جماعت کے ساتھ تراویح ادا کی جائے۔ ورنہ لوگ اس سے غافل ہو کر چھوڑ بیٹھیں گے، اور کبھی پورے قرآن کی تلاوت تو در کنار اس کا سماع بھی نصیب نہیں ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت

---

[1] مرعاة المفاتيح (۱۳۳/۴)

میں تراویح باجماعت مسجد میں اول شب میں ہوا کرتی تھی، اور آپ ﷺ نے بھی تین راتوں میں سے پہلی رات میں اول شب میں ادا فرمائی تھی"[(1)]۔

جہاں تک بات ہے باجماعت نمازِ تراویح کی تاخیر پر بدعت کا حکم لگانے کی تو یہ بہت بڑی ذمے داری کی بات ہے، جس کے لیے گہرے علم اور دقیق نظر کی ضرورت ہے، اور میں خود کو اس لائق نہیں پاتا۔ البتہ ہندوستان کے مشہور اہلِ علم میں سے ڈاکٹر عبدالباری فتح اللہ مدنی حفظہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں اس عمل کو بدعت قرار دیا ہے۔

ویسے اس جدید عمل کو ختم کرنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اسے بدعت یا ناجائز قرار دینے کا انتظار کیا جائے، بلکہ سلف صالحین کی طرف اپنی نسبت کرنے والے اور منہجِ سلف کی حفاظت اور اس کی نشر واشاعت کی فکر رکھنے والوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ عمل سلف کے عمل کے خلاف ہے، اور حسن بصری اور امام احمد رحمہما اللہ جیسے ائمۂ اہل سنت والجماعت نے اس تاخیر کے عمل سے منع کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ عہد اول سے جو ترتیب چلی آرہی ہے اسی پر باقی رہنا ہم سب کے لیے بہتر ہے، اور سلف صالحین کے زمانے سے چلے آرہے ایک عملی تواتر کو چھوڑنا قطعاً نامناسب ہے، اس لیے ائمہ اور ذمہ داران مساجد سے گزارش ہے کہ اس طرف توجہ کریں، اور آخری عشرے میں نمازِ عشا کے بعد ہی تراویح پڑھ کر پوری رات انفرادی عبادت کے لیے موقع فراہم کریں، نیز اس عشرے کی راتوں میں خصوصی دروس وغیرہ سے بھی اجتناب کریں۔

---

(1) رمضان المبارک کے فضائل واحکام (ص: ۴۱) نبی کریم ﷺ نے جن تین راتوں میں باجماعت نمازِ تراویح پڑھائی ابتدائی شب ہی میں پڑھائی، جیسا کہ اس پر مفصل بحث گزر چکی۔

کیا نمازِ تراویح کو اول اور آخر شب میں تقسیم کیا جاسکتا ہے؟

اس بات کے واضح ہو جانے کے بعد کہ باجماعت نمازِ تراویح ابتدائی رات میں نمازِ عشا ہی کے بعد ہونی چاہیے، کچھ لوگ یہ کرتے اور کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ نمازِ تراویح کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے، چار رکعت نمازِ عشا کے بعد اور آخری چار رکعت اخیر رات میں، تاکہ ابتدائی اور اخیر شب دونوں میں قیام کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ کیا ایسا کرنا درست ہے؟

اس سلسلے میں اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۸ھ) کا ایک قول ملتا ہے کہ آپ نے اسے جائز قرار دیا ہے، آپ نے فرمایا: «وَأَمَّا الْإِمَامُ إِذَا صَلَّى بِالْقَوْمِ تَرْوِيحَةً أَوْ تَرْوِيحَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَأَرْسَلَ إِلٰى قَوْمٍ، فَاجْتَمَعُوا، فَصَلَّى بِهِمْ بَعْدَ مَا نَامُوا، فَإِنَّ ذٰلِكَ جَائِزٌ، إِذَا أَرَادَ بِهِ قِيَامَ مَا أُمِرَ أَنْ يُصَلِّيَ مِنَ التَّرَاوِيحِ، وَأَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ خَمْسٌ. مَعَ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ لَمْ يَزَالُوا مِنْ لَدُنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلٰى زَمَانِنَا هٰذَا يُصَلُّونَ أَرْبَعِينَ رَكْعَةً فِي قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ، يُخَفِّفُونَ الْقِرَاءَةَ. وَأَمَّا أَهْلُ الْعِرَاقِ فَلَمْ يَزَالُوا مِنْ لَدُنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلٰى زَمَانِنَا هٰذَا عَلَى خَمْسِ تَرْوِيحَاتٍ، فَأَمَّا أَنْ يَكُونَ إِمَامٌ يُصَلِّي بِهِمْ أَوَّلَ اللَّيْلِ تَمَامَ التَّرْوِيحَاتِ، ثُمَّ يَرْجِعُ آخِرَ اللَّيْلِ، فَيُصَلِّيَ بِهِمْ جَمَاعَةً، فَإِنَّ ذٰلِكَ مَكْرُوهٌ. أَلَا تَرَى إِلٰى قَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، حَيْثُ قَالَ: «الَّتِي تَنَامُونَ عَنْهَا خَيْرٌ مِنَ الَّتِي تَقُومُونَ فِيهَا»، فَكَانُوا يَقُومُونَ أَوَّلَ اللَّيْلِ، فَرَأَى الْقِيَامَ آخِرَ اللَّيْلِ أَفْضَلَ، فَإِنَّمَا كَرِهْنَا ذٰلِكَ لِمَا رُوِيَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى كَرَاهِيَةُ التَّعْقِيبِ»[1] "جب امام لوگوں کو ایک یا دو ترویحہ[2] پڑھادے، پھر اخیر رات میں قیام کے لیے اٹھے، اور لوگوں کو پیغام بھیجے، اور لوگ جمع ہو جائیں، پھر نیند سے بیداری کے بعد امام

---

[1] مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه از اسحاق بن منصور کوسج (۸۴۰/۲)

[2] ایک ترویحہ یعنی چار رکعت، کیوں کہ لوگ چار رکعت پڑھنے کے بعد تھوڑا آرام کرتے تھے۔

انھیں نماز پڑھائے تو یہ جائز ہے، بشرط یہ کہ اس کا مقصد نمازِ تراویح کا قیام ہو جو کم از کم پانچ ترویحات (یعنی بیس رکعت) ہیں۔ حالاں کہ اہلِ مدینہ عمر رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک رمضان کے مہینے میں ہلکی قرأت کے ساتھ چالیس رکعات تراویح پڑھتے آئے ہیں۔ جب کہ اہلِ عراق علی رضی اللہ عنہ کے زمانے سے لے کر آج تک پانچ ترویحات (یعنی بیس رکعات) پر عمل پیرا ہیں۔

البتہ اگر امام ابتدائی رات میں تمام ترویحات (یعنی بیس رکعات) پڑھا دے، پھر اخیر رات میں لوٹ کر لوگوں کو جماعت کے ساتھ دوبارہ نماز پڑھائے تو یہ مکروہ ہے۔ کیا آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کا قول نہیں سنا: "جس وقت نماز نہ پڑھ کر تم سوتے ہو وہ اس سے بہتر ہے جس میں تم قیام کرتے ہو"، کیوں کہ وہ لوگ ابتدائی رات میں قیام کرتے تھے، اور عمر رضی اللہ عنہ اخیر رات میں قیام کو بہتر سمجھتے تھے۔ اور ہم نے اس عمل کو مکروہ اس لیے قرار دیا کیوں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے تعقیب کی کراہت مروی ہے"۔

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ تعقیب یعنی مکمل تراویح اور وتر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر سے مسجد میں اکٹھے ہو کر باجماعت نفلی نماز پڑھنی مکروہ ہے، البتہ اگر تراویح کا کچھ حصہ ابتدائی شب میں پڑھ لیا جائے تو باقی ماندہ حصے کی تکمیل کے لیے اخیر رات میں دوبارہ اکٹھا ہونا جائز ہے۔

اسی طرح کا فتویٰ صالح منجد نے بھی اپنی ویب سائٹ پر دیا ہے، لیکن آپ نے یہ بات تنہا نماز پڑھنے والے کے بارے میں کہی ہے، آپ نے کہا: «يَجُوزُ لِلمُسلِمِ أَنْ يُصَلِّيَ التَّرَاوِيحَ مُتَوَالِيَةً، وَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَهَا مُتَفَرِّقَةً، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَهَا أَوَّلَ اللَّيْلِ أَوْ أَوْسَطَهُ أَوْ آخِرَهُ دُونَ الِاشْتِغَالِ بِعَمَلٍ آخَرَ: فَلَهُ ذٰلِكَ وَلَا حَرَجَ عَلَيْهِ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ أَوَّلَ اللَّيْلِ شَيْئًا مِنَ

الْقِيَامِ وَيُؤَخِّرَ الْبَاقِيَ إِلَى آخِرِ اللَّيْلِ: فَلَا حَرَجَ عَلَيْهِ أَيْضًا»[1] "مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ تراویح کی نماز پے در پے پڑھے، اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ متفرق پڑھے۔ جو شخص رات کے شروع میں، درمیان میں، یا اخیر میں بغیر کسی اور کام میں مشغول ہوئے تراویح پڑھے تو اس کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور جو شخص رات کے شروع میں کچھ قیام پڑھے اور باقی قیام کو اخیر شب کے لیے چھوڑ دے، تو اس کے لیے اس میں بھی کوئی حرج نہیں"۔

آپ کا یہ فتویٰ اس عورت کے لیے ہے جس نے سوال کیا تھا کہ گیارہ رکعات تراویح پڑھنے کے دوران اس کا شوہر اسے اپنی حاجت اور ضرورت کے لیے بلاتا رہتا ہے تو کیا وہ گیارہ رکعت تراویح فصل کے ساتھ پڑھ سکتی ہے، اس پر آپ نے کہا کہ تراویح میں فصل کرنا جائز ہے، لہذا کوئی شخص اس فتوے کو اخیر رات میں باجماعت نمازِ تراویح پڑھنے کے جواز پر محمول نہ کرے۔

آمدم بر سرِ مطلب، اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کے اس فتوے کے بارے میں ابو عبدالرحمن بن عیسیٰ باتنی نے فرمایا: «مَا ذَكَرَهُ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ مِنْ كَرَاهَةِ التَّعْقِيبِ إِذَا أَتَمُّوا التَّرْوِيحَاتِ وَاحْتَجَّ بِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، هُوَ نَفْسُهُ دَلِيلٌ أَيْضًا عَلَى كَرَاهَةِ الصُّورَةِ الَّتِي جَوَّزَهَا»[2] "اسحاق بن راہویہ نے نمازِ تراویح مکمل پڑھنے کے بعد تعقیب کے مکروہ ہونے کی جو دلیل عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے ذکر کی ہے وہ قول بذاتِ خود اس صورت کے مکروہ ہونے کی بھی دلیل ہے جسے آپ نے جائز قرار دیا ہے"۔

---

[1] الإسلام، سؤال وجواب (۳۸۵۵۳) یہ فتویٰ انٹرنیٹ پر موجود ہے، جس کے رابط کے لیے "حوالہ جات بصورت QR کوڈ" (ص: ۱۶۰) میں نمبر (۶) کا QR کوڈ اسکین کریں۔

[2] ضياء المصابيح تجلية حكم صلاة التهجد جماعة بعد التراويح (ص: ۷۳)

یعنی اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے تعقیب کے مکروہ ہونے کی دلیل انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے اثر کے ساتھ ساتھ یہ ذکر کی کہ لوگ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ابتدائی شب میں قیام کیا کرتے تھے، اور وہ لوگ مسلسل قیام کیا کرتے تھے، تراویح کی رکعتوں کے مابین اتنا فصل نہیں کرتے تھے کہ کچھ ابتدائی شب میں پڑھیں، اور وقفے کے بعد باقی ماندہ اخیر شب میں، لہذا تعقیب کی کراہت پر پیش کی گئی ان کی یہ دلیل تراویح کو فصل کرنے کی کراہت پر بھی دلیل ہے۔

اور یہی بات صحیح نظر آتی ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ، عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر سلفِ صالحین نے اخیر رات کی افضلیت کے باوجود باجماعت نمازِ تراویح کو ابتدائی شب میں صرف اس لیے مقدم کیا کہ اس وقت سارے لوگوں کا اکٹھا ہونا آسان ہے اور اخیر شب میں اکٹھا ہونے میں مشقت ہے، اور یہی مشقت باقی ماندہ نمازِ تراویح کی تکمیل کے لیے اخیر شب میں اکٹھا ہونے میں بھی ہے، مزید برآں گزری ہوئی چودہ صدیوں میں لوگوں نے اس پر عمل بھی نہیں کیا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ جس طرح مکمل نمازِ تراویح کو اخیر شب کے لیے موخر کرنا درست نہیں ہے اسی طرح اس کے کچھ حصے کو ابتدا میں پڑھ کر بقیہ حصے کو اخیر شب کے لیے موخر کرنا بھی درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے تو رکعات تراویح کی اس تقسیم کو بدعت قرار دیا ہے۔ چناں چہ آپ نے ایک مجلس میں اپنے شاگردوں کو مخاطب کرکے کہا کہ اول رات میں تراویح پڑھنا ہی بہتر اور لوگوں کی مصلحت کے مناسب ہے، دراصل آپ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آخری عشرے میں لوگ قیام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں: شروع رات اور اخیر رات، اور یہی ان کا دائمی نظام بن چکا ہے۔ تو شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔ سائل نے پوچھا کہ اگر

ہم سنت کو قائم رکھنااور لوگوں کے لیے آسانی کرنا چاہیں تو کیا کریں ؟آپ نے فرمایا کہ تم شروع رات میں نمازِ تراویح پڑھو، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نمازِ عشا کے بعد تراویح پڑھائیں، آپ نے ایسا ہی کیا، پھر جب عمر رضی اللہ عنہ گشت کے لیے نکلے تو کہا:«نِعْمَت البِدْعَةُ هٰذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ» یہ اچھا طریقہ ہے، اور لوگ جس وقت کی نماز سے سو رہے ہیں اس وقت کی نماز افضل ہے۔اس پر سائل نے پوچھا: یعنی آخری عشرے سے پہلے جو حال تھا وہی حال آخری عشرے میں بھی ہوگا؟ تو آپ نے کہا: ''ہاں''[1]۔

---

[1] یہ فتویٰ انٹرنیٹ پر موجود ہے، جس کے رابط کے لیے "حوالہ جات بصورت QR کوڈ" (ص: ۱۶۰) میں نمبر (۵) کا QR کوڈ اسکین کریں۔

ابتدائی شب میں مکمل تراویح کے بعد اخیر شب میں باجماعت قیام اللیل کا حکم

جس طرح بعض لوگ تراویح کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ایک حصہ ابتدائی تو ایک حصہ آخری شب میں پڑھتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ ابتدائی شب میں مکمل تراویح کی نماز پڑھنے کے بعد آخری شب میں دوبارہ باجماعت قیام کے لیے اکٹھا ہوتے ہیں۔ اور ان کا یہ عمل بالخصوص رمضان کے آخری عشرے میں ہوتا ہے۔ حرمین شریفین میں اسی پر عمل جاری ہے۔ اور بعض لوگ آخری عشرے کی صرف طاق راتوں میں اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا درست ہے؟

اس مسئلے پر بات کرنے سے قبل معلوم ہونا چاہیے کہ فقہائے کرام کے یہاں اس عمل کو "تعقیب" کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے فرمایا:« فَأَمَّا التَّعْقِيبُ، وَهُوَ أَنْ يُصَلِّيَ بَعْدَ التَّرَاوِيحِ نَافِلَةً أُخْرَى جَمَاعَةً، أَوْ يُصَلِّيَ التَّرَاوِيحَ فِي جَمَاعَةٍ أُخْرَى»[1] "تعقیب کا مطلب یہ ہے کہ تراویح کے بعد کوئی دوسری نفل نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے، یا تراویح کی ایک اور جماعت قائم کی جائے"۔

جہاں تک بات ہے حکم مسئلہ کی تو جب اس مقصد کی خاطر ائمہ اربعہ کے اقوال کی طرف رجوع کیا گیا تو مالکیہ اور شافعیہ کے یہاں اس مسئلے کا ذکر نہیں ملا۔ ہاں احناف اور حنابلہ نے اس مسئلے کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

---

(1) المغنی (۱۲۵/۲)

احناف نے تعقیب کو مکروہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ علاء الدین کاسانی حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۵۸۷ھ) نے فرمایا: «إِذَا صَلَّوْا التَّرَاوِيحَ ثُمَّ أَرَادُوا أَنْ يُصَلُّوهَا ثَانِيًا يُصَلُّونَ فُرَادَى لَا بِجَمَاعَةٍ؛ لِأَنَّ الثَّانِيَةَ تَطَوُّعٌ مُطْلَقٌ، وَالتَّطَوُّعُ الْمُطْلَقُ بِجَمَاعَةٍ مَكْرُوهٌ»[1] "اگر لوگ تراویح پڑھ لیں، پھر دوبارہ اسے پڑھنا چاہیں، تو وہ انفرادی طور پر پڑھیں گے، جماعت کے ساتھ نہیں؛ کیوں کہ دوسری مرتبہ پڑھنا محض ایک مطلق نفل ہے، اور مطلق نفل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے"۔

اسی طرح ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۰ھ) کی "البحر الرائق" میں ہے: «وَلَوْ صَلَّوْا التَّرَاوِيحَ ثُمَّ أَرَادُوا أَنْ يُصَلُّوا ثَانِيًا يُصَلُّونَ فُرَادَى»[2] "اگر لوگ تراویح پڑھ لیں، پھر دوبارہ پڑھنا چاہیں، تو وہ اسے انفرادی طور پر پڑھیں گے، جماعت کے ساتھ نہیں"۔

امام احمد رحمہ اللہ سے دو طرح کے قول مروی ہیں، آپ نے کبھی اسے مکروہ تو کبھی جائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وہ (لوگ) صرف کسی خیر کی امید یا کسی شر سے بچنے ہی کے لیے واپس آتے ہیں"۔ امام احمد اس عمل میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے۔

البتہ محمد بن حکم نے امام احمد سے کراہت نقل کی ہے، مگر یہ ان کا قدیم قول ہے، اور عمل اس روایت پر ہے جسے جماعت نے نقل کیا ہے۔

---

(1) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (۲۹۰/۱)

(2) البحر الرائق شرح كنز الدقائق (۷۴/۲)

ابو بکر نے کہا: "اگر نماز آدھی رات تک یا رات کے آخر تک ہو تو کسی ایک روایت میں بھی اسے مکروہ نہیں کہا گیا ہے۔ اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب وہ سونے سے پہلے واپس آئیں (اور دوبارہ نماز پڑھیں)۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ خیر اور طاعت ہے، لہٰذا مکروہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص نماز کو رات کے آخر تک موخر کردے"[1]۔

علی بن سلیمان مرداوی رحمہ اللہ (متوفی ۸۸۵ھ) نے تھوڑی تفصیل سے دونوں اقوال کاذکر کیا ہے، آپ نے فرمایا: "اس مسئلے میں دو روایتیں منقول ہیں:

پہلی روایت: یہ کہ اس میں کوئی کراہت نہیں، اور یہی مذہب (حنبلی) کا معتمد قول ہے، جیسا کہ ہم نے "خطبہ" میں اصطلاح طے کی ہے۔

اسے جماعتِ اصحاب نے امام احمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے، اور اسے المغنی، الشرح الکبیر، شرح ابن منجی، اور صاحب التصحیح نے اپنی دونوں کتابوں (الکبیر اور المختصر) میں صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح اسے الکافی، شرح ابن رزین اور دیگر کتب میں بھی راجح قرار دیا گیا ہے۔ اسی قول کو الوجیز، منتخب الآدمی اور دیگر مصنفین نے قطعیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

دوسری روایت: یہ کہ اس عمل (یعنی تعقیب) کو مکروہ سمجھا جائے گا۔ اسے محمد بن الحکم نے امام احمد سے نقل کیا ہے، اور اکثر اصحاب اسی پر ہیں۔ ناظم نے کہا: اصح یعنی ظاہر ترین قول یہی ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ اور مجمع البحرین میں کہا گیا: اصح روایات میں یہی ہے کہ تعقیب مکروہ ہے۔ اور اسی پر الہدایہ، المذہب، مسبوک الذہب و المستوعب، الخلاصہ، التلخیص، البلغہ، المحرر، شرح الہدایہ، الافادات، المنور، ادراک الغایہ، الحاوی الکبیر اور دیگر کتب کے مصنفین

---

[1] المغنی (۱۲۵/۲)

نے جزم کے ساتھ ذکر کیا ہے۔اسی کو الرعایتین اور الحاوی الصغیر میں بھی راجح اور مقدم رکھا گیا ہے"[1]۔

مرداوی رحمہ اللہ نے کراہت کے قول کو قدیم قول قرار دینے والوں پر رد کرتے ہوئے فرمایا: "اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا"[2]۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں وتر کا اعتبار کیا ہے، چناں چہ آپ کی ترجیح یہ ہے کہ لوگ اگر پہلی تراویح میں وتر پڑھ لیں تو دوبارہ اخیر رات میں باجماعت نماز کے لیے اکٹھا ہونا مکروہ ہے، اور اگر پہلی جماعت میں وتر نہ پڑھیں تو جائز ہے[3]۔

سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کمیٹی نے بھی تعقیب کو جائز قرار دیا ہے[4]۔

خلاصہ یہ کہ حنابلہ کے یہاں تعقیب کے بارے میں جواز اور کراہت دونوں اقوال موجود ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ سے منقول جواز کی واحد دلیل انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا اثر ہے، جس کو ابو بکر بن ابو شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "مصنف" میں عَبَّادٌ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ کی سند سے روایت کیا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «لَا بَأْسَ بِهِ، إِنَّمَا يَرْجِعُونَ إِلَى خَيْرٍ

---

(1) الفروع ومعه تصحيح الفروع(۳۷۸/۲)

(2) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف(۱۷۴/۴)

(3) الشرح الممتع(۶۸/۴-۶۷)

(4) فتاویٰ اللجنة الدائمة -۲(۲۱/۳)

يَرْجُونَهُ، وَيَبْرَءُونَ مِنْ شَرٍّ يَخَافُونَهُ»[1] ''اس میں کوئی حرج نہیں، وہ تو صرف کسی بھلائی کی امید میں (مسجد کی طرف) واپس جاتے ہیں یا کسی برائی سے بچنے کے لیے''۔

لیکن اس اثر میں متعدد علتیں ہیں:

(۱) سعید بن ابی عروبہ مختلط راوی ہیں[2]، اور نہیں معلوم کہ عباد بن عوام نے ان سے قبل از اختلاط روایت کی ہے یا بعد از اختلاط۔

(۲) سعید بن ابی عروبہ مدلس بھی ہیں، اور قتادہ سے اس روایت کو بصیغہ ٔعن روایت کر رہے ہیں۔ ابو بکر بزار رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ابن ابی عروبہ کچھ ایسے لوگوں سے روایت کرتے ہیں جن سے انھوں نے براہِ راست سماع نہیں کیا ہے، بلکہ ان سے مرسل روایت بیان کرتے ہیں، اور وہ ان سے روایت کرتے ہوئے "حدثنا" یا "سمعت" نہیں کہتے، جیسے منصور بن معتمر، عاصم بن بہدلہ وغیرہ۔ ان سے انھوں نے روایت کی لیکن سماع نہیں کیا۔ اس لیے جب وہ: "أنا" یا "سمعت" کہیں، تو اُن کے قول پر اعتماد کیا جائے گا''[3]۔

(۳) عباد بن عوام اپنے شیخ سعید بن ابی عروبہ سے روایت کرنے میں مضطرب ہیں۔ جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: «عَبَّادُ بْنُ العَوَّامِ مُضْطَرِبُ الحَدِيثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ»[4] ''عباد بن عوام، سعید بن ابی عروبہ سے روایت کرنے میں مضطرب الحدیث ہیں''۔

---

[1] مصنف ابن ابوشیبہ (۲/۱۶۷، حدیث نمبر: ۷۷۳۳)

[2] الاغتباط بمن رمي من الرواة بالاختلاط از برہان الدین حلبی سبط ابن العجمی (۱/۱۳۹)

[3] مسند بزار (۱/۱۱۲)

[4] الجرح والتعدیل از ابن ابی حاتم (۶/۸۳)

اس اثر کو بھی روایت کرنے میں ان کا اضطراب ظاہر ہے، کیوں کہ مکحول دمشقی نے انس رضی اللہ عنہ سے بالکل اس کے برعکس بیان کیا ہے، چناں چہ آپ روایت کرتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ سے جب تعقیب کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے گھر میں نماز پڑھنے کا حکم دیا[1]۔ اس اثر کو مکحول سے ہارون بن موسی، اور ان سے عبد اللہ بن مبارک نے روایت کیا ہے، اور یہ سب ثقہ راوی ہیں۔

ابو سلیمان خطابی رحمہ اللہ نے اس اثر میں پوچھے گئے تعقیب کے سوال پر تعلیق لگاتے ہوئے فرمایا: ''انس رضی اللہ عنہ نے مسجد میں نماز (تعقیب) پڑھنے کو ناپسند کیا، اور کہا کہ یہ (نماز) گھروں میں ادا کی جائے''۔

معلوم ہوا کہ انس رضی اللہ عنہ سے تعقیب کے جواز کی بات ثابت نہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس آپ نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح سعید بن جبیر، حسن بصری، قتادہ بن دعامہ سدوسی اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ نے بھی تعقیب کو مکروہ قرار دیا ہے[2]۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: «لَا تُمِلُّوا النَّاسَ»[3] ''لوگوں کو مت اکتاؤ''۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ابو مجلز وغیرہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بھی اسے مکروہ قرار دیا ہے، اور سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا: تعقیب ایک بدعت ہے''[4]۔

---

[1] غریب الحدیث از خطابی (۵۱۲/۲)

[2] مختصر قیام اللیل از مروزی (ص: ۲۴۵)

[3] مصنف ابن ابو شیبہ (۱۶۸/۲، حدیث نمبر: ۷۷۳۴)

[4] فتح الباری از ابن رجب (۱۷۵/۹)

تعقیب کے متعلق صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کو تلاش کرتے ہوئے یہ مذکورہ اقوال ملے، ان میں سے امام احمد رحمہ اللہ کے ایک قول کے علاوہ ہر قول کراہت کا ہے، سلف صالحین یعنی قرون ثلاثہ مفضلہ میں کسی سے جواز کا قول موجود نہیں ہے۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ سلف صالحین نے اس عمل سے منع کیا ہے، اسی وجہ سے ان کے دور میں تعقیب کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ ان کے یہاں بعد نماز عشا باجماعت تراویح شروع ہوتی تھی، پھر خواہ اسے جلدی مکمل کر لیں یا تاخیر سے الغرض اسی جماعت پر اکتفا کیا جاتا تھا، اس کے بعد لوگ پلٹ کر فجر سے پہلے دوبارہ باجماعت نماز نہیں پڑھتے تھے۔

بلکہ تعقیب کا باقاعدہ اہتمام آٹھویں صدی ہجری سے شروع ہوا۔ جیسا کہ عطیہ سالم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس صدی میں ۳۶ رکعتیں پڑھی جانے لگیں، ۲۰ رکعات نماز عشا کے بعد، اور ۱۶ رکعتیں اخیر شب میں، پھر آپ نے ابوزرعہ عراقی رحمہ اللہ کا وہ قول ذکر کیا جسے اس کتاب میں آٹھویں صدی ہجری میں وقتِ نماز تراویح کے ضمن میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

چوں کہ تعقیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام اور سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے اس لیے سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بقول یہ عمل بدعت ہے۔ اور اس بدعت کے جواز کے لیے یہ دلیل کافی نہیں ہے کہ یہ عمل خیر ہے اور آخری عشرے میں اجتہاد کی قبیل سے ہے۔ کیوں کہ آخری عشرے میں اجتہاد اور عمل خیر وہی ہوگا جو سلف صالحین سے ثابت ہے۔

نیز یہ کہ فرائض کے علاوہ نوافل میں قاعدہ یہ ہے کہ انھیں قصداً باجماعت نہ پڑھا جائے، مکمل ارادے اور منصوبہ بندی کے ساتھ جماعت صرف ان ہی نوافل میں مشروع ہے جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جماعت ثابت ہے، جیسے نماز کسوف اور استسقاء وغیرہ۔ علاء الدین کاسانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”نفل نماز میں جماعت سنت نہیں ہے، سوائے قیام رمضان (یعنی تراویح)

کے، جب کہ فرض نماز میں جماعت واجب یا سنت مؤکدہ ہے؛ کیوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "آدمی کی اپنے گھر میں نماز، اس کی مسجد کی نماز سے افضل ہے، سوائے فرض نماز کے"۔ اور روایت میں آتا ہے کہ نبی ﷺ فجر کی دو رکعت سنت اپنے گھر میں ادا فرماتے، پھر مسجد تشریف لے جاتے۔ اور اس لیے بھی کہ جماعت اسلام کے شعائر میں سے ہے، اور یہ شعیرہ فرائض یا واجبات کے ساتھ خاص ہے، نوافل کے ساتھ نہیں۔

البتہ تراویح میں جماعت کو سنت اس لیے قرار دیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود تراویح جماعت سے پڑھی، اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔ چناں چہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو راتوں تک تراویح مسجد میں باجماعت ادا فرمائی، تو لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں صحابہ سے مشورہ کیا کہ لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے، تو انھوں نے اس پر کوئی اختلاف نہ کیا، اس پر آپ نے سب کو اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کر دیا"[1]۔

اس قول کا مفاد یہ ہے کہ تراویح کی نماز باجماعت اس لیے جائز ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی زندگی میں باجماعت ادا کی ہے، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں صحابہ کرام کے مشورے سے باجماعت نماز تراویح کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا جو آج تک قائم ہے۔ اس قاعدے کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ تعقیب یعنی مکمل نماز تراویح اول شب میں پڑھنے کے بعد دوبارہ مسجد میں اکٹھے ہو کر باجماعت قیام اللیل کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ دوبارہ قیام اللیل بھی نفل نماز ہے جس کے لیے قصداً جماعت کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت موجود نہیں ہے۔

---

[1] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (۲۹۸/۱)

خلاصۂ بحث

باجماعت نمازِ تراویح کے وقت سے متعلق اس بحث کا خلاصہ چند اہم نکات میں پیش کیا جاسکتا ہے:

(۱) رمضان المبارک میں نمازِ تراویح ایک اہم عبادت ہے، جس کا وقت نمازِ عشا کے بعد سے شروع ہو کر طلوعِ فجر تک ہے، لیکن باجماعت نمازِ تراویح کا وقت نمازِ عشا کے بعد فوراً ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں انفرادی قیام کے لیے اپنی سہولت کے مطابق وقت کا انتخاب کر کے قیام اللیل کرتے تھے، چناں چہ آپ نے ابتدائی شب تو کبھی درمیانی اور آخری شب میں قیام کیا، جیسا کہ صحیحین میں موجود عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے۔

(۳) البتہ جب نبی کریم ﷺ نے ایک سال صحابہ کرام کے ساتھ مل کر باجماعت نمازِ تراویح کا اہتمام کیا تو آپ نے یہ نماز عشا کی نماز ہی کے بعد پڑھی، جیسا کہ عائشہ، ابو ذر غفاری، نعمان بن بشیر اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی احادیث میں موجود ہے۔

(۴) صحیح بخاری میں نبی کریم ﷺ کی نمازِ تراویح کے وقت کے بارے میں عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی روایت «جَوْفُ اللَّيْلِ» کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے درمیانی رات میں نماز شروع کی تھی، بلکہ عروہ کی روایت مجمل ہے، جس کی تفصیل اور تفسیر ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف کی روایت میں ہے جو مسند احمد اور مسند ابو یعلیٰ موصلی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عشا ہی کے بعد نماز شروع کی تھی۔

(۵)«جَوْفُ اللَّيْلِ» کا لفظی معنی اگرچہ درمیانی رات ہوتا ہے لیکن اس لفظ کا استعمال عشا کے بعد کے وقت کے لیے بھی ہوتا ہے، جیسا کہ اس کی ایک مثال زین الدین مناوی رحمہ اللہ کے قول سے پیش کی گئی۔

(٦) نبی کریم ﷺ کی باجماعت نمازِ تراویح کے بارے میں مذکور صحابہ کرام کی احادیث سے علامہ ابن تیمیہ، انور شاہ کشمیری اور شیخ ابن باز رحمہم اللہ جیسے اہل علم نے یہی سمجھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نمازِ عشا ہی کے بعد باجماعت نمازِ تراویح شروع کی۔

(۷) عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جب تمام لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کے پیچھے باجماعت نمازِ تراویح پڑھانے کے لیے اکٹھا کیا تو لوگ نمازِ عشا ہی کے بعد ابتدائی شب میں نمازِ تراویح پڑھتے تھے۔

(۸) عمر رضی اللہ عنہ کے بعد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین کے زمانے میں باجماعت نمازِ تراویح ابتدائی شب ہی میں پڑھی جاتی تھی۔ اور پورے چودہ سو سال میں ہمیں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ باجماعت نمازِ تراویح کو بعد نمازِ عشا کی بجائے درمیانی یا اخیر رات میں پڑھا گیا ہو۔ اس طرح کی مثالیں ابھی چند دہائیوں سے نظر آرہی ہیں۔

(۹) تابعین میں سے حسن بصری اور تبع تابعین میں سے امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ نے صراحت کے ساتھ باجماعت نمازِ تراویح کو دیر رات تک موخر کرنے سے منع کیا ہے۔ اسی طرح معاصرین اہل علم میں سے بھی کئی اہل علم نے اس عمل سے منع کیا ہے جن میں سعودی عرب کے مفتیٔ عام شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ قابل ذکر ہیں۔

(۱۰) سلف کے یہاں آخری عشرے میں بھی باجماعت نمازِ تراویح عشا ہی کے بعد پڑھی جاتی تھی، بلکہ نبی کریم ﷺ نے جن راتوں میں صحابہ کرام کو باجماعت نمازِ تراویح پڑھائی وہ

آخری عشرے ہی کی ۲۳ویں، ۲۵ویں اور ۲۷ویں راتیں تھیں۔ پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے انھیں نمازِ عشاہی کے بعد یہ نماز پڑھائی۔

(۱۱) اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی لوگ عشروں میں تفریق کے بغیر پورے ماہ مبارک میں نمازِ عشاہی کے بعد باجماعت نمازِ تراویح پڑھتے تھے۔

(۱۲) باجماعت نمازِ تراویح اول رات ہی میں افضل ہے، کیوں کہ اس میں نبی کریم ﷺ، خلیفۂ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سلف صالحین کی اتباع ہے، اور علمائے کرام کی ایک قابل لحاظ جماعت نے اسے اول رات ہی میں افضل قرار دیا ہے۔

(۱۳) شیخ ابن باز اور شیخ البانی رحمہما اللہ نے اپنے بعض فتووں میں باجماعت نمازِ تراویح کو موخر کرنے کی اجازت دی ہے، لیکن آپ دونوں کے اکثر اقوال اور فتاوے اول رات ہی میں پڑھنے کے بارے میں ہیں، نیز قرونِ ثلاثہ مفضلہ کے امام حسن بصری اور امام احمد رحمہما اللہ نے جب اس عمل سے صراحت کے ساتھ منع کر دیا ہے تو متاخرین کے اقوال پر ان ہی کی بات کو ترجیح دی جانی چاہیے۔

(۱۴) ابتدائی شب میں نماز تراویح کے بدعت ہونے کا قول حسین بن حسن حلیمی رحمہ اللہ کا شاذ قول ہے جس پر اہل علم نے زمانۂ ماضی ہی میں نقد کر دیا تھا، اور اس قول کو ان کا وہم قرار دیا تھا۔

(۱۵) باجماعت نمازِ تراویح کو موخر کرنے کا عمل نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین کے عمل کے صریح خلاف ہے، اور ہمیں سلف صالحین کے منہج پر رہنا چاہیے، ان کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے، کیوں کہ وہ ہم سے زیادہ تقوی اور للہیت و خشیت

والے تھے، نیز ہم سے بڑھ کر وہ آخری عشرے کی فضیلت واہمیت سے واقف اور عبادات کے لیے اس کا مناسب اور بہترین استعمال کرنے والے تھے۔

(۱۶) عشا کے بعد باجماعت نمازِ تراویح نہ پڑھ کر اسے دیر رات کے لیے موخر کرنے کو بعض اہل علم نے بدعت قرار دیا ہے، کیوں کہ یہ عمل نبی کریم ﷺ اور سلف صالحین کے طریقے کے مخالف ہے۔

(۱۷) اہل حدیث حضرات اور سلف صالحین سے نسبت رکھنے والوں کے لیے اس عمل کو ترک کرنے دینے کی وجہ اس کا عملِ سلف صالحین کے مخالف ہونا ہی کافی ہے، اس پر حرمت یا بدعت کے فتوے کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔

(۱۸) جس طرح مکمل باجماعت نمازِ تراویح کو موخر کرنا درست نہیں ہے اسی طرح اس کو دو حصوں میں تقسیم کرکے دوسرے حصے کو یا اس کے کچھ حصے کو موخر کرنا بھی درست نہیں ہے۔

(۱۹) اسی طرح ابتدائی شب میں مکمل نماز تراویح ادا کرنے کے بعد اخیر شب میں دوبارہ باجماعت قیام اللیل کرنا بھی درست نہیں ہے۔

مراجع ومصادر

(۱)إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، محمد ناصر الدین البانی،المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، سن طباعت ۱۴۰۵ھ۔

(۲)الاستذكار في شرح مذاهب علماء الأمصار،ازابو عمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر، تحقیق سالم محمد عطاو محمد علی معوض،دارالکتب العلمیہ،بیروت، سن طباعت ۱۴۲۱ھ۔

(۳)إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين،ازابو بکر عثمان بن محمد شطادمیاطی،دارالفکر، سن طباعت ۱۴۱۸ھ۔

(۴)إعلام الموقعين عن رب العالمين،ازابن قیم الجوزیہ، تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان، دارابن الجوزی، سعودی عرب، سن طباعت ۱۴۲۳ھ۔

(۵)الاغتباط بمن رمي من الرواة بالاختلاط،ازبرہان الدین حلبی سبط ابن العجمی، تحقیق علاءالدین علی رضا،دارالحدیث، قاہرہ، سن طباعت ۱۹۸۸ء۔

(۶)الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل،ازابوالنجامقدسی، تحقیق عبداللطیف محمد موسی سبکی، دار المعرفہ،بیروت۔

(۷)الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف،ازابوبکر محمد بن ابراہیم ابن المنذر، تحقیق ابوحماد صغیر احمد،دارطیبہ، سعودی عرب، سن طباعت ۱۴۰۵ھ۔

(۸)الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف،علاءالدین ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی،طبعہ اولی ۱۳۷۴ھ، تحقیق محمد حامد فقی،داراحیاءالتراث العربی۔

(۹) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، اززین الدین ابن نجیم مصری،دارالکتاب الاسلامی۔

(۱۰)بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،ازعلاءالدین کاسانی،دارالکتب العلمیہ، سن طباعت ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶ء۔

(۱۱)بدائع الفوائد،ازابن قیم الجوزیہ،دارالکتاب العربی،بیروت۔

(۱۲)تحریر تقریب التهذیب، شعیب ارنؤوط وبشار عواد معروف، موسسۃالرسالہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۷ھ۔
(۱۳)تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي، محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم مبارک پوری، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔
(۱۴)تحفة المحتاج في شرح المنهاج، از ابن حجر ہیتمی، مکتبہ تجاریہ کبری، مصر، سن طباعت ۱۳۵۷ھ۔
(۱۵)التراويح أكثر من ألف عام في المسجد النبوي، از عطیہ بن محمد سالم، مطبعۃالمدنی۔
(۱۶)التنكيت على الموطا، ابو محمد عبد الله بن مانع عتیبی، الدار العالمیہ للنشر والتوزیع، مصر، سن طباعت ۱۴۳۲ھ۔
(۱۷)تهذیب التهذیب، ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، مطبعہ دائرۃ المعارف النظامیہ، ہند، سن طباعت ۱۳۲۶ھ۔
(۱۸)تيسير علم أصول الفقه، از عبداللہ بن یوسف جدیع،، طبعہ اولی ۱۴۱۸ھ، موسسۃالریان، بیروت، لبنان۔
(۱۹)تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان (تفسیر سعدی)، از عبدالرحمن بن ناصر سعدی، تحقیق عبدالرحمن بن معلالویحق، مؤسسۃالرسالہ، سن طباعت ۱۴۲۰ھ۔
(۲۰)الجامع لأحكام الصلاة، ابو ایاس محمود بن عبداللطیف عویضہ۔
(۲۱)الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع، از خطیب بغدادی، تحقیق محمود طحان، مکتبۃ المعارف، ریاض۔
(۲۲)جامع التحصيل في أحكام المراسيل، از صلاح الدین ابو سعید خلیل بن کیکلدی علائی، تحقیق حمدی عبدالمجید سلفی، عالم الکتب، بیروت، سن طباعت ۱۴۰۷ھ۔
(۲۳)جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم، از زین الدین ابن رجب، تحقیق شعیب ارنؤوط وابراہیم باجس، موسسۃالرسالہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۲۲ھ۔

(۲۴)الجرح والتعديل، ابو محمد عبد الرحمن ابن ابو حاتم، طبعہ اولی ۱۲۷۱ھ، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، ہند۔

(۲۵)الحاشية الكبرى المسماة بالمواهب المدنية، از محمد بن سلیمان کردی، مطبعہ عامریہ شرقیہ۔

(۲۶)حجة الله البالغة، شاہ ولی اللہ دہلوی، تحقیق سید سابق، دار الجیل، بیروت، سن طباعت ۱۴۲۶ھ۔

(۲۷)الحلل الإبريزية من التعليقات البازية على صحيح البخاري، از ابو محمد عبد اللہ بن مانع روقی، دار التدمریہ، سعودی عرب، سن طباعت ۱۴۲۸ھ۔

(۲۸)خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى، از علی بن عبد اللہ حسنی سمہودی، تحقیق محمد امین۔

(۲۹)الدرر السنية في الأجوبة النجدية، از علمائے نجد، تحقیق عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، سن طباعت ۱۴۱۷ھ۔

(۳۰)الدین الخالص، از محمود محمد خطاب سبکی، تحقیق امین محمود خطاب، مکتبہ محمودیہ سبکیہ، سن طباعت ۱۳۹۷ھ۔

(۳۱)رمضان المبارک کے فضائل واحکام، از عبید اللہ رحمانی مبارک پوری، تحقیق حافظ ندیم ظہیر، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، سن طباعت ۲۰۱۴ء۔

(۳۲)الروض المربع شرح زاد المستقنع، از منصور بن یونس بہوتی، دار المؤید و موسسۃ الرسالہ۔

(۳۳)سنن ابن ماجہ، از امام ابن ماجہ، تحقیق شعیب ارنؤوط وغیرہ، دار الرسالہ العالمیہ، سن طباعت ۱۴۳۰ھ۔

(۳۴)سنن ابو داود، ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید، مکتبہ عصریہ، بیروت۔

(۳۵)سنن ترمذی، محمد بن عیسی ترمذی، تحقیق بشار عواد معروف، طبعہ ۱۹۹۸ء، دار الغرب الاسلامی، بیروت۔

(۳۶)السنن الکبری، ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، تحقیق محمد عبد القادر عطا، طبعہ سوم ۱۴۱۴ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

(۳۷)سنن نسائی، احمد بن شعیب نسائی، تحقیق عبد الفتاح ابو غدہ، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، سن طباعت ۱۴۰۶ھ۔
(۳۸)شرح زاد المستقنع،ازاحمد بن محمد خلیل۔
(۳۹)شرح زاد المستقنع،از محمد بن محمد مختار شنقیطی۔
(۴۰)شرح عمدة الأحكام،ازعبداللہ بن عبدالرحمن ابن جبرین۔
(۴۱)شرح كتاب الجامع لأحكام الصيام وأعمال رمضان،از شیخ طبیب احمد حطیبہ۔
(۴۲)الشرح الممتع على زاد المستقنع،از محمد بن صالح عثیمین،دارابن الجوزی،۱۴۲۲-۱۴۲۸ھ۔
(۴۳) صحیح بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، تحقیق محمد زہیر ناصر، طبعہ اولی ۱۴۲۲ھ، دار طوق النجاۃ۔
(۴۴) صحیح مسلم، مسلم بن حجاج نیسابوری، محمد فواد عبدالباقی، داراحیاءالتراث العربی، بیروت۔
(۴۵)صلاة التطوع،ازسعید بن علی بن وہف قحطانی،مطبعہ سفیر،ریاض۔
(۴۶)الصيام في الإسلام في ضوء الكتاب والسنة،ازسعید بن علی بن وہف قحطانی،مرکزالدعوۃ والارشاد،قصب۔
(۴۷)ضوء الشموع شرح المجموع في الفقه المالكي،ازمحمدامیر مالکی، تحقیق محمد محمودالمسومی،دار یوسف بن تاشقین، سن طباعت ۱۴۲۶ھ۔
(۴۸)ضياء المصابيح تجلية حكم صلاة التهجد جماعة بعد التراويح،ازابوعبدالرحمن بن عیسیٰ باتنی،دارالمحسن، جزائر۔
(۴۹)طرح التثريب في شرح التقريب،ازعبدالرحیم بن حسین عراقی۔
(۵۰)العرف الشذي شرح سنن الترمذي،ازانورشاہ کشمیری، تصحیح شیخ محمود شاکر،دارالتراث العربی، بیروت، سن طباعت ۱۴۲۵ھ۔
(۵۱)غريب الحديث،ازابوسلیمان حمد بن محمد خطابی، تحقیق عبدالکریم ابراہیم غرباوی، تخریج حدیث عبد القیوم عبدرب النبی ﷺ،دارالفکر،دمشق، سن طباعت ۱۹۸۲ء۔

(۵۲)فتاوى الشيخ الألباني ومقارنتها بفتاوى العلماء،اعداد عکاشہ عبد المنان طیبی،مکتبۃ التراث الاسلامیہ، قاہرہ، سن طباعت ۱۴۱۴ھ۔

(۵۳)فتاوى الشيخ ابن جبرين،از عبداللہ بن عبدالرحمن ابن جبرین۔

(۵۴)فتاوی شیخ الحدیث رحمانی، جمع وترتیب فواز عبد العزیز عبید اللہ مبارک پوری، دار الابلاغ، لاہور، سن طباعت ۲۰۱۴ء۔

(۵۵)الفتاوى الفقهية الكبرى،ازابن حجر ہیتمی، مکتبہ اسلامیہ۔

(۵٦)فتاویٰ نور على الدرب(ابن باز)، جمع ڈاکٹر محمد بن سعد شویعر۔

(۵۷)فتاوى واستشارات موقع الإسلام اليوم،(Islamtoday.net)پر موجود علما کے فتاوے۔

(۵۸)فتح الباري شرح صحيح البخاري،از زین الدین ابن رجب، مکتبۃ الغرباء الاثریہ، مدینہ نبویہ، سن طباعت ۱۴۱۷ھ۔

(۵۹)فتح الباري شرح صحيح البخاري،ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی،، دار المعرفہ، بیروت، سن طباعت ۱۳۷۹ھ۔

(٦۰)فتح البيان في مقاصد القرآن،از محمد صدیق حسن خان قنوجی، زیر عنایت عبد اللہ بن ابراہیم انصاری، مکتبہ عصریہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۲ھ۔

(٦۱)فتح المعين بشرح قرة العين بمهمات الدين،از زین الدین ملیباری، دار ابن حزم۔

(٦۲)الفروع ومعه تصحيح الفروع،از محمد ابن مفلح حنبلی، تحقیق عبد اللہ بن عبد المحسن ترکی، مؤسسۃ الرسالہ، سن طباعت ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳ء۔

(٦۳)فضائل القرآن،ازابو بکر جعفر بن محمد فریابی، تحقیق یوسف عثمان، مکتبۃ الرشد، ریاض، سن طباعت ۱۴۰۹ھ۔

(٦۴)الفقه الإسلامي وأدلته،از ڈاکٹر وہبہ بن مصطفی زحیلی، دار الفکر، دمشق۔

(٦۵)فقه العبادات على المذهب المالكي،از حاجہ کوکب عبید، مطبعۃ الانشاء، دمشق، سن طباعت ۱۴۰٦ھ۔

(٦٦)فيض الباري على صحيح البخاري، محمد انور شاہ کشمیری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۲۶ھ۔

(٦٧)فيض القدير، از زین الدین مناوی، مکتبہ تجاریہ کبری، مصر۔

(٦٨)قبسات من هدي النبي محمد ﷺ في رمضان، از ناصر بن عبداللہ آل متعب۔

(٦٩) قیام رمضان، از محمد ناصر الدین البانی، مکتبہ اسلامیہ، اردن، سن طباعت ۱۴۰۴ھ۔

(٧٠)الكاشف عن حقائق السنن (شرح مشکاۃ)، از شرف الدین طیبی، تحقیق عبدالحمید ہنداوي، مکتبہ نزار، سن طباعت ۱۴۱۷ھ۔

(٧١)كشاف القناع عن متن الإقناع، از منصور بن یونس بہوتی، دارالکتب العلمیہ۔

(٧٢)الكنى والأسماء، ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری، تحقیق عبدالرحیم محمد احمد قشقری، عمادۃ البحث العلمی، جامعہ اسلامیہ، مدینہ نبویہ، سن طباعت 1404ھ۔

(٧٣)اللقاء الشهري، از محمد بن صالح عثیمین، یہ صوتی دروس ہیں جو تحریری شکل میں مکتبہ شاملہ میں موجود ہیں۔

(٧٤)ما يجب أن يعرفه المسلم عن دينه، از عبداللہ بن عبدالغنی خیاط، الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد، سعودی عرب، سن طباعت ۱۴۱۳ھ۔

(٧٥)مجلة البحوث الإسلامية، الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد، سعودی عرب۔

(٧٦) مجموع الفتاوی، احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ، تحقیق عبدالرحمن بن محمد بن قاسم، مجمع الملک فہد، مدینہ نبویہ، سعودی عرب، سن طباعت ۱۴۱۶ھ۔

(٧٧) مجموع فتاوی ابن باز، زیر اشراف محمد بن سعد شویعر، طبعہ اولی ۱۴۲۰ھ، دارالقاسم، ریاض۔

(٧٨)مجموع فتاوى فضيلة الشيخ صالح بن فوزان، جمع و ترتیب حمود مطر و عبدالکریم مقرن، دار ابن خزیمہ، سن طباعت ۱۴۱۴ھ۔

(۷۹)محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب،از یوسف بن حسن ابن مبرد، تحقیق عبدالعزیز محسن، عمادۃ البحث الاسلامی، جامعہ اسلامیہ، مدینہ نبویہ، سن طباعت ۱۴۲۰ھ۔

(۸۰)مختصر قیام رمضان(محمد بن نصر مروزی)،اختصار از احمد بن علی مقریزی، حدیث اکیڈمی، فیصل آباد، سن طباعت ۱۴۰۸ھ۔

(۸۱)المدخل،ابو عبداللہ محمد بن محمد ابن الحاج، مکتبۃ دار التراث، قاہرہ، مصر۔

(۸۲)مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح،ازعبید اللہ رحمانی مبارک پوری، ادارۃ البحوث العلمیہ، بنارس، سن طباعت ۱۴۰۴ھ۔

(۸۳)مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ،ازملا علی قاری، دار الفکر ،بیروت، سن طباعت ۱۴۲۲ھ۔

(۸۴)مسائل الإمام أحمد،ازابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی، تحقیق طارق عوض اللہ، مکتبہ ابن تیمیہ، مصر، سن طباعت ۱۴۲۰ھ۔

(۸۵)مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه،ازاسحاق بن منصور کوسج، عمادۃ البحث العلمی، جامعہ اسلامیہ، مدینہ نبویہ، سن طباعت ۱۴۲۵ھ۔

(۸۶)المسائل الملقوطة من الكتب المبسوطة، محمد بن برہان الدین ابن فرحون، دار ابن حزم، سن طباعت ۱۴۲۴ھ۔

(۸۷)مستدرک حاکم،ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۱ھ۔

(۸۸)مسند ابو یعلی موصلی،ازابو یعلی احمد بن علی موصلی، تحقیق حسین سلیم اسد، دار المامون للتراث، سن طباعت ۱۴۰۴ھ۔

(۸۹)مسند احمد،احمد بن محمد بن حنبل، تحقیق شعیب ارنؤوط وغیرہ، موسسۃ الرسالہ، سن طباعت ۱۴۲۱ھ۔

(۹۰)مسند بزار،از ابو بکر احمد بن عمرو بزار، تحقیق محفوظ الرحمن زین اللہ وعادل بن سعد وصبری عبدالخالق، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ نبویہ، سن طباعت ۲۰۰۹ء۔

(۹۱)مسند الحارث (بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث)،از حارث بن محمد ابن ابی اسامہ،انتخاب نور الدین ہیثمی، تحقیق حسین احمد صالح باکری، مرکز خدمۃ السنہ والسیرہ النبویہ، مدینہ نبویہ، سن طباعت ۱۴۱۳ھ۔

(۹۲)مصنف ابن ابی شیبہ،ابو بکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ، مکتبہ رشد، ریاض، سن طباعت ۱۴۰۹ھ۔

(۹۳)مصنف عبد الرزاق، عبد الرزاق بن ہمام صنعانی، تحقیق حبیب الرحمن اعظمی، طبعہ دوم ۱۴۰۳ھ، المجلس العلمی، ہند۔

(۹۴)مطالع الأنوار على صحاح الآثار،از ابراہیم بن یوسف ابن قرقول، تحقیق دار الفلاح، ناشر وزارت اسلامیہ، قطر، سن طباعت ۱۴۳۳ھ۔

(۹۵)المعجم الأوسط، ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، تحقیق طارق عوض اللہ وغیرہ، دار الحرمین، قاہرہ۔

(۹۶)المغني،ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد ابن قدامہ، مکتبۃ القاہرہ۔

(۹۷)المنتقى شرح الموطا، سلیمان بن خلف باجی، مطبعۃ السعادہ، مصر، سن طباعت ۱۳۳۲ھ۔

(۹۸)منتهى الإرادات،از ابن النجار حنبلی، تحقیق عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی، مؤسسۃ الرسالہ، سن طباعت ۱۴۱۹ھ۔

(۹۹)المنهاج في شعب الإيمان،از ابو عبد اللہ حلیمي، تحقیق حلمی محمد فودہ، دار الفکر، سن طباعت ۱۳۹۹ھ۔

(۱۰۰)الموافقات،از ابراہیم بن موسی شاطبی، تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان، دار ابن عفان، سن طباعت ۱۴۱۷ھ۔

(۱۰۱)مواهب الجليل في شرح مختصر خليل،از حطاب رعینی، دار الفکر، سن طباعت ۱۴۱۲ھ۔

(۱۰۲)موسوعة الفقه الإسلامي،از محمد بن ابراہیم تویجری، بیت الافکار الدولیہ، سن طباعت ۱۴۳۰ھ۔

(۱۰۳)موطا امام مالک،از امام مالک بن انس ، تحقیق محمد مصطفی اعظمی، موسسۃ زائد بن سلطان، ابو ظبی، امارات، سن طباعت ۱۴۲۵ھ۔

(۱۰۴)نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار،از محمود بن احمد بدر الدين عینی، تحقیق ابو تمیم یاسر بن ابراہیم، ناشر وزارت اسلامیہ، قطر، سن طباعت ۱۴۲۹ھ۔
(۱۰۵)وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی،ازابوالحسن علی بن عبداللہ سمہودی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۹ھ۔

حوالہ جات بصورت QR کوڈ

QR کوڈ نمبر (۱) عبداللہ بن فہد خلیفی کا مقالہ

QR کوڈ نمبر (۲) شیخ ابن باز کا فتویٰ

QR کوڈ نمبر (۳) شیخ البانی کا قول (۱)

QR کوڈ نمبر (۴) شیخ البانی کا قول (۲)

QR کوڈ نمبر (۵) شیخ البانی کا قول (۳)

QR کوڈ نمبر (۶) صالح منجد کا فتویٰ (۱)

QR کوڈ نمبر (۷) صالح منجد کا فتویٰ (۲)

مولف کی دیگر نگارشات

١ القول الصريح في صلاة التسبيح (عربی، غیر مطبوع)

٢ جامع البيان في تخريج الأحاديث والآثار الواردة في شهر شعبان (عربی، غیر مطبوع)

٣ عقیدۂ رفع عیسی علیہ السلام بحالت حیات: شبہات اور جوابات (اردو، مطبوع)

۴ کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ (اردو ترجمہ، مطبوع)

۵ باجماعت نماز: احکام و مسائل (اردو، غیر مطبوع)

٦ جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت (احادیث وآثار کی تخریج اور متعلقہ مسائل کی تحقیق) (اردو، مطبوع)